رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

THE ALHAKAM, WEEKLY QADIAN, P.

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جسکو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

چہ گویم بانو گر آئی بجہاد رفادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

الحکم

قادیان

ہفتہ وار

دور جدید

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر ٭ بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چندہ سالانہ
والیان ریاست اور حکومت سے ۔/۸
امراد رؤساء سے ۔/۱۰
معاونین سے ۔/۷
عوام سے ۔/۶
ممالک غیر سے ۔/۱۲

مدینۃ المسیح
قادیان دار الامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ تاریخ کو خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔

قیمت فی پرچہ ۔/۲

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علیؓ تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

جلد ۳۹ ۔ ۲۲ ربیع الاوّل ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۴ جون ۱۹۳۶ء یوم یکشنبہ ۔ نمبر ۱۵

ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں احرار کی فتنہ انگیزی اور حکام کی غفلت شعاری کا المناک نتیجہ

مسجد احمدیہ اور چوہدری سر ظفر اللہ خاں صاحب کے آبائی مکان پر احرار کا کلہاڑیوں اور تلواروں سے مسلح حملہ

قلیل التعداد احمدیوں پر قاتلانہ حملے کر کے انہیں سخت مجروح کیا گیا

مغرب کے وقت سے لیکر رات کے اڑھائی بجے تک احراری ہجوم نے محاصرہ کئے رکھا

بالآخر ڈسکہ پولیس کی کھلم کھلا احرار نوازی۔ اور احراری ملاؤں کی اشتعال انگیزیوں کی بنا پر سرزمین ڈسکہ میں وہ خونچکاں حادثہ رونما ہو ہی گیا۔ جس کے متعلق ہم آج سے کافی عرصہ پیشتر "الفضل" کے ذریعہ حکام بالا کو آگاہ کر چکے ہیں۔ پولیس کی جانب داری۔ حکام بالا کی تغافل شعاری۔ اور احراری ملاؤں کی اشتعال انگیزی کا یہ نتیجہ نکلا ہے۔ کہ مسجد احمدیہ پر احراریوں نے کلہاڑیوں۔ تلواروں اور لاٹھیوں سے مسلح ہو کر اس وقت قاتلانہ حملہ کیا۔ جبکہ احمدی وہاں نماز پڑھنے کے لئے جمع تھے۔ اور اپنی طرف سے احمدیوں کو قتل کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ مجملاً واقعات یہ ہیں:۔

۳ جون بعد نماز شام احراری ایک منظم سازش کر کے مسجد احمدیہ کے قریب چھپ گئے اور ایک شخص کو روانہ کیا۔ جس نے مسجد کے پاس پہنچ کر چوہدری شکر اللہ خاں صاحب برادر خورد چوہدری سر ظفر اللہ خاں صاحب کو آواز دی۔ اس وقت احمدی احباب فریضہ نماز ادا کر رہے تھے۔ اور چوہدری صاحب موصوف بھی جماعت میں شامل تھے۔ جب نماز ختم ہو گئی تو چوہدری صاحب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا۔ جو بات کہنی ہے کہو

لیکن احراری مذکور نے اصرار کیا۔ کہ آپ مسجد سے باہر نکل کر میری بات سنیں۔ چوہدری صاحب اس کی درخواست پر باہر تشریف لے گئے۔ ان کا باہر نکلنا ہی تھا۔ کہ چھپے ہوئے احراری نمودار ہو گئے۔ اور ان میں سے ایک شخص نے چوہدری صاحب پر کلہاڑی کا وار کیا۔ کلہاڑی آپ کے سر میں پیوست ہو گئی۔ اور کافی گہرا زخم آیا۔ آپ اس شدید چوٹ کی تاب نہ لا کر زمین پر گر پڑے۔ لیکن جب اٹھے تو ایک اور احراری نے ایک اینٹ دے ماری۔ وہ بھی آپ کے سر پر لگی۔ اور آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اتنے میں خوش قسمتی سے احمدیہ مسجد سے چند نمازی نکلے۔ جنہوں نے بمشکل چوہدری صاحب کی جان بچائی ٭

دوسرا قاتلانہ حملہ

اس حادثہ کے تھوڑی دیر بعد مولوی محمد حسین صاحب احمدی مسجد میں آئے تو احرار نے انہیں بُری طرح کلہاڑوں اور تلواروں سے زخمی کیا۔ مولوی صاحب (باقی)

موصوف کی حالت نہایت نازک ہے۔

تیسرا حملہ

اس کے بعد میاں محمد اسماعیل صاحب سکرٹری۔ اور مستری رحیم بخش صاحب امیر جماعت احمدیہ ڈسکہ خورد سے ڈسکہ کلاں میں نماز عشاء پڑھنے کے لئے پہونچے وہ جب مسجد احمدیہ کی سیڑھیوں پر چڑھ ہی رہے تھے۔ کہ عقب سے احرار نے دفعتہً حملہ کر دیا۔ سکرٹری صاحب مسجد کے اندر داخل ہو گئے۔ کیونکہ بالکل نہتے تھے۔ احراری بھی مسجد احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ اور مسجد کے اندر ان کو بری طرح زدو کوب کیا۔ انکی حالت بھی نازک ہے۔ اس کے بعد مستری صاحب پر ایک شخص نے تلوار سے حملہ کرنا چاہا۔ لیکن انہوں نے بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی۔

اس کے بعد احرار نے مسجد احمدیہ۔ اور چوہدری سر ظفر اللہ خاں صاحب کے آبائی گھر پر خشت باری کی۔ اور مکان کے دروازوں کو کلہاڑیاں مار مار کر توڑنا چاہا۔ یہ مفسدین شب کے اڑھائی بجے تک مسجد کے ارد گرد محاصرہ کئے رہے۔ اور اکے دکے احمدیوں پر قاتلانہ حملے کرتے رہے۔

ڈسکہ پولیس کی عمداً کوتاہی

کس قدر حیرت کا مقام ہے۔ کہ تھانہ ڈسکہ کی پولیس کی موجودگی میں مسلسل کئی گھنٹوں تک احمدیوں پر قاتلانہ حملے جاری رہے۔ مگر پولیس نے مطلقاً موقعہ پر پہونچنے اور قیام امن کی کوشش کرنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ یہ اس حادثہ کا نہایت مجمل خاکہ ہے۔ تمام حالات بالتفصیل کل روانہ کئے جائیں گے۔

(نامہ نگار خصوصی)

میرا سفر دکن

میں چونکہ عرصہ دراز سے مرض ذیابیطس سے بیمار چلا آرہا ہوں۔ اور اب کسی کام کے کرنے کے قابل نہیں رہا اس لئے آرام اور تبدیل آب و ہوا کے لئے قادیان سے باہر جا رہا ہوں۔ میں کچھ عرصہ حضرت والد صاحب قبلہ کی نگرانی میں گزارنا چاہتا ہوں۔ اور اگر وقت ملا۔ تو چند دن کے لئے کسی سمندری کنارے پر بھی جاؤں گا۔

بہت سے احباب زبانی اور تحریری طور پر میرے ساتھ محبت اور اخلاص کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ میں ان کی خدمت میں اس عریضہ کے ذریعہ یہ درخواست کرنی چاہتا ہوں کہ وہ مجھے اپنی دعاؤں میں نہ بھولیں تاکہ اللہ تعالےٰ جلد سے جلد مجھے صحت و تندرستی عطا فرمائے۔ اور پھر خدمت سلسلہ کی توفیق دے۔

میری غیر حاضری میں عزیز مکرم شیخ محمد ابراہیم علی صاحب "الحکم" کی خدمت سرانجام دیں گے۔

مجھے امید ہے۔ کہ وہ احباب جن کی طرف الحکم کا بقایا ہے۔ وہ اپنا اپنا بقایا صاف فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے

والسلام

(محمود احمد عرفانی)

قراردادیں

احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن فیروزپور کے ایک غیر معمولی اجلاس منعقدہ ۹ر جون ۱۹۳۶ء میں مندرجہ ذیل قراردادیں بالاتفاق منظور ہوئیں

(۱) قرار پایا۔ کہ یہ جلسہ احرار کے اس مجرمانہ شرمناک اور انسانیت سوز فعل کے خلاف جس میں کہ ڈسکہ کے مظلوم اور پر امن احمدیوں کے خون سے ہولی کھیلنے کی کوشش کی گئی ہے پر زور صدا احتجاج بلند کرتا ہے۔

(۲) قرار پایا۔ کہ یہ جلسہ اس امر کو سمجھنے سے بالکل قاصر ہے۔ کہ کیونکر باوجودیکہ ڈسکہ میں پولیس سٹیشن ہے احرار بلا مزاحمت اپنی قانون شکن حرکات کو اتنے لمبے عرصہ تک جاری رکھا کئے۔

(۳) قرار پایا۔ کہ یہ جلسہ جملہ احمدیان ڈسکہ کو عموماً اور مجروحین کو خصوصاً جنکو کہ خدا تعالےٰ کی راہ میں اپنا خون بہانے کا فخر حاصل ہوا ہے مبارکباد پیش کرتا ہوا ان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے

(۴) قرار پایا۔ کہ مندرجہ بالا قراردادوں کی نقول حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز۔ اخبارات۔ جماعت احمدیہ ڈسکہ اور مجروحین کو بھیجی جائیں۔

خاکسار عبدالکریم سکرٹری

اٹھوال میں نیشنل لیگ کا اہم جلسہ

۶ر جون کو موضع اٹھوال میں نیشنل لیگ کا ایک اجلاس منعقد ہونا قرار پایا۔ جس میں شمولیت کے لئے قادیان سے شیخ محمود احمد صاحب صدر ڈسٹرکٹ نیشنل لیگ گورداسپور بمعیت چوہدری ظہور احمد صاحب جنرل سکرٹری ڈسٹرکٹ نیشنل لیگ و شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر رکن مجلس منتظمہ نیشنل لیگ صبح دس بجے کے قریب وہاں پہونچ گئے۔ اٹھوال کی نیشنل لیگ کے ممبروں نے گاؤں سے باہر قریباً ایک میل کے فاصلہ پر مہمانوں کا شاندار استقبال کیا۔ پانچ بجے شام زیر صدارت شیخ محمود احمد صاحب عرفانی جلسہ منعقد ہوا۔ سب سے پہلے چوہدری ظہور احمد صاحب نے اپنا تحریری مضمون پڑھا۔ جس میں جماعت احمدیہ کے حالات کا ذکر کرنے کے بعد نیشنل لیگ کو اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ ان کے بعد شاکر صاحب نے ایک مختصر سی تقریر کی۔ جس میں نیشنل لیگ کو عملی زندگی اختیار کرنے اور کسانوں کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ پھر صدر صاحب نے تقریر کی جس میں گزشتہ دو سال کے عرصہ میں احراریوں نیز حکومت کے بعض غدار افسروں کی طرف سے جماعت احمدیہ پر مظالم کا ذکر کرنے کے بعد وہ پروگرام بالوضاحت بیان کیا۔ جو پنجاب کے گاؤں میں رائج کرنے کے لئے نیشنل لیگ کے مدنظر ہے۔ ان کی تقریر ۱½ گھنٹہ جاری رہی۔ اور اس کے اختتام پر دعا کے بعد جلسہ برخواست کیا گیا۔ اس موقعہ پر نیشنل لیگ دھرم کوٹ بگہ۔ قلعہ لال سنگھ۔ شکار۔ ڈھیرو کلانور۔ دنجوال وغیرہ نواحی دیہات سے بھی ممبر کثرت آئے ہوئے تھے۔ نیشنل لیگ کور کے والنٹیرز بھی آئے ہوئے تھے۔ جو بہت مستعد نوجوان ہیں۔ انہوں نے انتظام میں بہت امداد دی۔

۷ر جون علی الصباح ان کی پریڈ ہوئی۔ جس میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے شیخ محمود احمد صاحب نے مختصر مگر پُرمعنی تقریر کی۔

فضلِ حق سے مجھ کو میرا مل گیا مقصود ہے

مہدیٔ معہود ہے وہ عیسیٰ موعود ہے
انتظار اب دوسرے کا دوستو بیسُود ہے

ابنِ آدم آنے والا آسماں سے آگیا
قادیاں میں اک خلیفہ اسکا اب محمود ہے

راستبازی کے نشاں سب اسکے ظاہر ہوگئے
دیکھ لو روشن چراغ اسکا یہاں موجود ہے

ہے وہ مومن جو کریگا دیں میں اسکی پیروی
جو نہ مانیگا اسے وہ جان لو مردود ہے

اب خدا تک ہے رسائی احمدیت میں فقط
ماسوا اس کے ہر اک در ہوچکا مسدود ہے

تم اسے مانو نہ مانو پر میرا ایمان ہے
فضلِ حق سے مجھ کو میرا مل گیا مقصود ہے

کس طرح روزِ جزا کا خوف ہو اشرف مجھے
مرشدِ کامل مرا جب حضرتِ محمود ہے

ولادت

صوفی فضل الٰہی صاحب بمبئی والے کے گھر میں ۲ر جون ۱۹۳۶ء کو لڑکا پیدا ہوا نام منور احمد رکھا گیا۔ احباب دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ مولود مسعود کو صحت اور نیکی کے ساتھ لمبی عمر دے۔ اور خادم دین بنائے۔

(مفتی محمد صادق)

الحکم بھی اس ولادت پر جناب صوفی صاحب کو صدق دل سے مبارکباد پیش کرتا ہے

سیرت المہدی کا ایک ورق

حضرت عرفانی کبیر کی قلم سے

یہ مضمون غالباً حضرت والد صاحب نے سیرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے لکھا تھا۔ میں اپنی علالت کی وجہ سے روایات کو ترتیب نہیں دے سکا اس مضمون کو آپ کے قلمی مسودات سے نکالکر شائع کر رہا ہوں۔ (ایڈیٹر)

براہین احمدیہ کی اشاعت اور اسکا اثر

براہین احمدیہ کی پہلی جلد جس میں دس ہزار روپیہ کا انعامی اشتہار ہے ۱۸۸۰ء میں شائع ہوئی۔ قدرتی طور پر اس اعلان کے شائع ہوتے ہی ہندوستان کی مذہبی دنیا میں ایک زبردست تحریک شروع ہوگئی اور ہر مذہب کے معتقد اور ذی اثر لوگوں نے براہین احمدیہ کا جواب لکھنے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ چنانچہ حضرت نے خود دوسری جلد کے شروع میں اس کا اظہار فرمایا

"کئی ایک پادری صاحبوں اور ہندو صاحبوں نے جوش میں آکر اخبار "سفیر ہند" اور "نور افشان" اور رسالہ "ودیا پرکاشک" میں ہمارے نام طرح طرح کے اعلان چھپوائے ہیں۔ جن میں وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ضرور ہم رد اس کتاب کا لکھیں گے"

"ایک عام مقولہ مشہور ہے۔ کہ سانچ کو آنچ نہیں۔ سو ہم سچ پر ہیں ہمارے سامنے کسی پادری یا پنڈت کی کیا پیش جا سکتی ہے۔ اور کسی کی تہی زبان کی فضول گوئی سے کیا بگڑ سکتا ہے۔ بلکہ ایسی باتوں سے خود پادریوں اور پنڈتوں کی دیانتداری کھلتی جاتی ہے۔ کیونکہ جس کتاب کو ابھی نہ دیکھا۔ نہ بھالا اور نہ اسکی براہین سے کچھ اطلاع۔ نہ اس کے بارہ تحقیقات سے کچھ خبر اس کی نسبت جھٹ پٹ منہ کھول کر رد نویسی کا دعویٰ کر دینا کیا یہی ان لوگوں کی ایمانداری اور استبازی ہے"۔ (براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ اول)

براہین کے جواب کے لئے تحدی

بالآخر آپ نے ایسے تمام لاف زنوں کو مخاطب کر کے بطور تحدی اور چیلنج براہین کے جواب کے لئے للکارا کر

"آپ سب صاحبوں کو قسم ہے کہ ہمارے مقابلہ پر ذرا توقف نہ کریں۔ افلاطون بن جاویں۔ بیکن کا اوتار دھاریں ارسطو نظر اور فکر لاویں۔ اپنے مصنوعی خداؤں کے آگے استمداد کے لئے ہاتھ جوڑیں۔ پھر دیکھیں جو ہمارا خدا غالب آتا ہے۔ یا آپ لوگوں کے الٰہ باطلہ۔ اور جب تک اس کتاب کا جواب نہ دیں تب تک بازاروں میں عوام کالانعام کے سامنے اسلام کی تکذیب کرنا یا ہنود کے مندروں میں بیٹھ کر ایک وید کو الہٰی کرت اور ست ودیا اور باقی سارے پیغمبروں کو مفتری بیان کرنا صفت حیا اور شرم سے دور ہیں"

"سچ سچ کہو اگر نہ بنا تم سے کچھ جواب
پھر بھی یہ منہ جہان کو دکھاؤ گے یا نہیں" (ص ۲)

"ودیا پرکاشک" امرتسر سے آریوں کا ایک ہی ماہوار رسالہ نکلتا تھا جس کے ایڈیٹر باوا نرائن سنگھ صاحب وکیل تھے۔ جو آریہ سماج امرتسر کے سکرٹری تھے۔ مجھے ان سے بارہا ملنے کا اتفاق ہوا۔ اور حضرت کے متعلق گفتگو بھی ہوئی وہ کہا کرتے تھے۔ کہ:۔

"مرزا صاحب بہت بڑے عالم ہیں مگر ضدی ہیں"

میں اس ضد کی حقیقت سیرت مسیح موعود میں آپ کے عزم و استقلال کے باب میں بیان کرونگا۔ (انشاءاللہ)

"نور افشاں" میں براہین کے مقابلہ کے لئے پادری جی۔ایل ٹھاکرداس صاحب نے قلم اٹھانے کا ادعا کیا تھا

پنڈت شو نرائن اگنی ہوتری

باوا نرائن سنگھ اور پادری جی ایل ٹھاکرداس کے علاوہ پنڈت شو نرائن اگنی ہوتری (جو بعد میں دیو گورو بھگوان کہلاتے تھے۔ اور دیو سماج کے بانی مبانی ہوئے عرفانی) صاحب نے بھی براہین احمدیہ کے جواب میں قلم اٹھانے کا دعویٰ کیا۔ پنڈت شو نرائن صاحب اس وقت لاہور برہمو سماج کے زبردست لیڈر تھے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیئے۔ کہ برہمو سماج لاہور کی روح رواں تھے۔ ان کی مخالفت کی وجہ صرف مسئلہ الہام تھا۔ وہ وحی انبیاء کے قائل نہ تھے علاوہ اس لئے الہام و وحی کے ہر دعویٰ کے مخالف تھے۔ جیسا کہ سوانح حیات کی پہلی جلد میں بہ تصریح بیان کر چکا ہوں۔ اس مسئلہ پر حضرت اقدس کے ساتھ آپ کی خط و کتابت بھی ہوئی۔ حضرت باقاعدہ ان کے رسالہ "برادر ہند" کے خریدار اور پڑھنے والے تھے۔ اکثر اس میں مذہبی مسائل پر مضامین بھی لکھا کرتے تھے۔ "برادر ہند" میں براہین احمدیہ کا اعلان بھیجا ہوا تھا

القصہ جب براہین کی اشاعت ہوئی اور اس میں برہمو سماج کی تردید بھی ہوئی تو پنڈت شو نرائن اگنی ہوتری بھی اپنے مذہب کی حمایت کے جوش میں براہین پر قلم اٹھانے کا اعلان کیا۔ مخالفت کا یہ جوش عام تھا۔ اس موقعہ پر میر عباس علی صاحب نے حضرت کو لودہانہ بلانا چاہا تو آپ نے تحریر فرمایا کہ

"بالفعل لودہانہ میں اس عاجز کا آنا ملتوی رہنے دیں۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد چند ہندوؤں کی طرف سے سوالات آئے ہیں اور ایک ہندو صوابی ضلع پشاور میں کچھ رد لکھ رہا ہے۔ پنڈت شو نرائن بھی شاید عنقریب اپنا رسالہ بھیجیگا"

"سو اب چاروں طرف سے مخالف جنبش میں آرہے ہیں۔ ابھی دل ٹھیرنے نہیں دیتا کہ میں اس ضروری اور واجب کام کو چھوڑ کر کسی اور طرف خیال کروں۔ الامانشاءاللہ ربی"
(مکتوب بنام میر عباس علی صاحب)

اس میں صوابی ضلع پشاور کے جس ہندو کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ لیکھرام تھا۔ جو اس وقت مذہبی دنیا میں معروف نہ تھا۔ بلکہ وہ وہاں کے تھانہ میں کنسٹیبل یا ہیڈ کنسٹیبل تھا۔ میں یہاں واقعات لکھ رہا ہوں۔ مگر ضمناً حضرت کی سیرت کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

آپ کو حمایت اسلام کا اس قدر جوش اور فکر دامنگیر تھا۔ کہ آپ لدھیانہ کے سفر کو جس کے لئے میر عباس علی صاحب آرزو کرتے تھے۔ اور وہ قادیان آکر درخواست کر چکے تھے رد کر دیا۔ اگر آپ کے مدنظر شہرت یا دنیوی مفاد ہوتے۔ تو آپ اس سفر کو مقدم کرتے۔ لیکن نہیں آپ کو غم دین ہی مقدم تھا۔

اگنی ہوتری کا خط بذریعہ الہام بتایا گیا

غرض پنڈت شو نرائن صاحب اگنی ہوتری نے تردید کا دعویٰ کیا۔ اور عجیب تر بات یہ ہے۔ کہ وہ الہام اور وحی کے خلاف لکھنا چاہتے تھے۔ اور مسئلہ الہام پر پہلے بھی حضرت سے ۱۸۷۹ء میں خط و کتابت کر چکے تھے۔ اب براہین کے نکلنے پر پھر انہیں جوش آیا چنانچہ انہوں نے حضرت کو اپنے اس ارادہ سے اطلاع دی۔

قبل اس کے کہ وہ خط حضرت کے پاس پہونچتا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس خط کے مضمون سے مطلع کر دیا۔ آپ نے اس کی اطلاع انہیں ایام میں میر عباس علی صاحب کو دیدی اور خود پنڈت اگنی ہوتری صاحب کو بھی لکھدیا اس مکتوب کا اقتباس ذیل میں درج ہے۔

"برہمو سماج والوں کے عقاید کا خلاصہ یہی ہے کہ وہ الہام اور وحی سے منکر ہیں۔ اور خدا کے پیغمبروں کو نعوذ باللہ مفتری اور کذاب سمجھتے ہیں

اور خدا کی کتابوں کو اختراع انسان کا خیال کرتے ہیں۔ مگر وقت آن پہونچا ہے۔ کہ خدا ان کو اور ان کے بھائیوں کو ذلیل و رسوا کرے۔ مجھے یاد ہے۔ کہ پنڈت شونرائن نے جو برہمو سماج کا ایک منتخب معلم ہے لاہور سے میری طرف ایک خط لکھا۔ کہ میں حصہ سوم کا رد لکھنا چاہتا ہوں۔ ابھی وہ خط مجھے نہیں پہونچا تھا۔ کہ خدا نے بطور مکاشفات مضمون اس خط کا ظاہر کر دیا۔ چنانچہ کئی ہندوؤں کو بتلایا گیا اور شام کو ایک ہندو کو جو آریہ ہے۔ ڈاکخانہ میں بھیجا گیا۔ تا گواہ رہے۔ وہی ہندو اس خط کو ڈاکخانہ سے لایا۔ پھر میں نے پنڈت شونرائن کو لکھا۔ کہ جس الہام کا تم رد لکھنا چاہتے ہو خدا نے اسی کے ذریعہ سے تمہارے خط کی اطلاع دی۔ اور اس کے مضمون سے مطلع کیا۔ اگر تم کو شک ہے۔ تو خود قادیان میں آکر اس کی تصدیق کر لو۔ کیونکہ تمہارے ہندو بھائی ہی اس کے گواہ ہیں۔ رد لکھنے میں بہت سی تکلیف ہوگی۔ اور اس طرح جلدی فیصلہ ہو جائیگا۔ میں نے یہ بھی لکھا کہ اگر تم صدق دل سے بحث کرتے ہو تو تمہیں اس جگہ ضرور آنا چاہیئے۔ کہ اس جگہ خود اپنے بھائیوں کی شہادت سے حق تم پر کھل جائیگا۔ لیکن باوجود ان سب تاکیدوں کے پنڈت صاحب نے کچھ جواب نہ لکھا۔ اور اس بارے میں دم بھی نہ مارا۔ اور وہ الہام پورا ہوا جو حصہ سوم میں چھپ چکا ہے۔

"سنلقی فی قلوبہم الرعب"

(مکتوب مؤرخہ ۳ مارچ ۱۸۸۳ء مطابق ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۰۰ء)

پنڈت شونرائن اگنی ہوتری صاحب کا انتقال ۱۹۲۹ء میں ہوا۔ گویا اس مکتوب کے ۴۶ سال بعد میں نے ان مکتوبات کو ۱۹۰۸ء میں شائع کیا۔ علاوہ بریں حضرت نے اس واقعہ کو بطور اپنے ایک نشان کے مختلف کتابوں میں شائع کیا۔ اور کسی نے بھی تردید نہ کی۔ براہین احمدیہ پر جو ریویو پنڈت شونرائن صاحب نے دہرم جیون میں لکھا۔ اسے میں براہین احمدیہ کے ریویو کے باب میں لکھونگا۔

آریہ مکذب

آریہ مکذب (پنڈت لیکھرام) نے بھی براہین احمدیہ کی تردید اور تکذیب میں زور لگایا۔ اور اس نے اس اظہار بھی قادیان کے بعض آریوں سے کیا۔ اور حضرت کو بھی اس کی اطلاع ملی۔ جس کا ذکر آپ نے مکتوب بنام میر عباس علی صاحب مؤرخہ ۳ مارچ ۱۸۸۳ء میں کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دوسرے معاندین کے تو نرے دعوے رہے۔ لیکن پنڈت لیکھرام نے تکذیب براہین احمدیہ کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ مگر یہ امر واقعہ ہے۔ کہ پنڈت لیکھرام اور اس کے مؤیدین و معاونین کو کبھی یہ جرأت نہیں ہوئی۔ کہ وہ براہین احمدیہ کے معیار مقابلہ پر اسے پیش کرنے کی جرأت کرتے۔ اور اس وقت تک بھی کبھی اس معیار پر اسے پرکھنے کا دعویٰ نہیں کیا گیا۔ قطع نظر اس بات کے کہ پنڈت لیکھرام آریہ مسافر جو اپنی شوخی اور بے باکی میں بہت بڑھا ہوا تھا۔ بالآخر اپنی درخواست کے موافق نشان آہی خدا تعالےٰ کی قہری تجلی کا ایک نشان ہو گیا۔

اس نے حضرت اقدس سے ایک نشان مانگا جو اس کی قضا و قدر کے متعلق تھا۔ اور اس پیشگوئی کے موافق وہ ۶ مارچ ۱۸۹۷ء بروز شنبہ دن کے چار بجے لاہور قتل ہو گیا۔ اور اس طرح پر حق اور باطل کے درمیان ایک ایسا خدائی فیصلہ ہو گیا جو ہندوستان کی مذہبی تاریخ میں خنجر کی قلم اور خون کی سرخی سے لکھا گیا ہے۔ میرا مقصد صرف واقعات بیان کرنا ہے۔ آریہ مکذب کے قادیان آنے کے واقعات اور حالات اسی جلد میں دوسرے مقام پر آئیں گے۔

براہین احمدیہ کے سلسلہ میں اس کا اتنا ہی تعلق ہے کہ وہ جب صوابی ضلع پشاور میں تھا۔ اس نے رد لکھنے کا ارادہ کیا۔ اور پھر اپنے ذاتی حالات کی وجہ سے نوکری چھوڑ کر جب اس نے آریہ مشنری کے طور پر کام شروع کیا۔ تو یہ کتاب شائع کی۔ جس کا نام تکذیب براہین احمدیہ رکھا۔ اس کے رد جواب شائع ہوئے ایک حضرت حکیم الامۃ نے تصدیق براہین احمدیہ کے نام سے لکھا۔ اور دوسرا جواب مولوی ابو رحمت حسن صاحب مرہٹی نے لکھا۔ حضرت نے خدائی فیصلہ کے ذریعہ سے مہر صداقت لگا دی۔

پنڈت شونرائن اور دوسرے جواب لکھنے والوں کے اعتراضات کا جواب آپؑ نے براہین احمدیہ کی چوتھی جلد میں دے دیا۔ اور اسطرح تمام مخالفین اسلام پر اتمام حجت کر دی۔

حیات نورؓ

حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی سیرت کا ایک ورق۔ حضرت والد صاحب قبلہ کی زبان قلم سے

— ایڈیٹر

سب سے بڑی خواہش

راقم (عرفانی) نے ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ کہ آپ کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟ فرمایا مختصر الفاظ میں یہ ہے۔ کہ قرآن مجید عملی طور پر کل دنیا کا دستور العمل ہو جائے

میں نے یہ سوال آپ کے ایام علالت میں کیا تھا اور میں ایوان خلافت کے تحت ان امور کو شائع کر دیا کرتا تھا۔ آپ کے اس جواب سے پایا جاتا ہے۔ کہ آپ کیا چاہتے تھے۔ سب سے بڑی خواہش آپکی یہی تھی۔ کہ قرآن مجید دنیا کا دستور العمل ہو جائے اس سے قرآن مجید کی اشاعت اور خدمت کے لئے جو جوش آپ کے دل میں تھا۔ وہ ظاہر ہے۔

اولاد کے متعلق خواہش

انسان اپنی اولاد کے لئے دنیا میں بہت بڑی امنگیں اور آرزوئیں رکھتا ہے۔ اور وہ اس کی فطرت کا ایک صحیح تقاضا ہوتا ہے۔ خصوصاً جو اولاد بڑھاپے میں ہو۔۔۔۔۔ اس کے متعلق اس کی آرزوؤں کا سلسلہ نہایت عجیب ہوتا ہے۔ مگر حضرت حکیم الامۃ کی اپنی اولاد کے متعلق کیا آرزو اور تمنا تھی۔ وہ اس واقعہ سے معلوم ہوتی ہے۔ جو عزیز مکرم مولوی عبدالحی مرحوم کی تقریب آمین پر پیش آیا۔ عزیز عبدالحی نے قرآن مجید ختم کیا۔ اس کی آمین ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس وقت باغ میں مقیم تھے۔ حضرت حکیم الامۃ کو طبعی طور پر بڑی خوشی ہوئی اسلئے نہیں۔ کہ بچہ ہوشیار ہو گیا ہے۔ یا تعلیم کی طرف توجہ کرنے لگا ہے۔ بلکہ محض اس لئے کہ اس نے خدا کی کتاب پڑھی ہے

جب عزیز عبدالحی قرآن شریف ختم کر کے آیا۔ تو اسے فرمایا۔ کہ

بیٹیا! ہم تم سے دس باتیں چاہتے ہیں ان میں سے ۱/۱۰ آج تم نے کر لی ہیں۔ وہ باتیں کیا ہیں۔

(۱) قرآن شریف پڑھو۔ (۲) پھر اسکو یاد کرو۔ (۳) پھر اس کا ترجمہ پڑھو۔ (۴) پھر اس پر عمل کرو۔ (۵) پھر اسی عمل میں تمہیں موت آ جائے۔ (۶) قرآن شریف پڑھاؤ۔ (۷) پھر یاد کراؤ۔ (۸) پھر ترجمہ سناؤ۔ (۹) پھر عمل کراؤ (۱۰) پھر اسی حالت میں تم کو موت آ جاوے۔

ان ہدایات عشرہ پر غور کرو۔ ان میں وہ راز سربستہ موجود ہے۔ جو آپ اپنی اولاد کے متعلق آرزوؤں اور تمناؤں کی انتہا کا رکھتے ہیں۔ دنیا کی کسی ترقی اور کامیابی کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ ایک اور صرف ایک ہی خواہش ہے کہ۔ قرآن شریف کا فہم اسپر عمل اور اس کی خدمت و اشاعت تمہارا نصب العین ہو۔ اور جب ہم آپ کی ذاتی خواہش سے اسے ملاتے ہیں تو وہ بھی یہی ہے کہ قرآن مجید عملی طور پر دنیا کا دستور العمل ہو۔

امۃ الحی مرحومہ کو انعام کی شرط

سیدۃ امۃ الحی مرحومہ حضرت نور الدین اعظمؓ کی دوسری اور موجودہ بیوی کی بڑی لڑکی تھی۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی آپ کی لڑکی فوت ہو چکی تھی۔ بچوں سے محبت یا ان کی خوشیوں سے لطف اٹھانا جائز اور طبعی امر ہے۔ مگر حضرت نور الدین اعظمؓ کی خوشیوں کا رنگ اور اسباب اور ہوتے تھے۔ پہلی لڑکی کے دو سو روپیہ کے سونے کے کڑے تھے اس کے فوت ہو جانے پر وہ روپیہ آپ نے والدہ امۃ الحی کی خواہش کے مطابق کسی تاجر کو دیدیا مگر وہ روپیہ پورا نہ ملا۔ امۃ الحی مرحومہ کو آپ نے فرمایا کہ اگر تم سورۃ بقرہ ہماری منشاء کے مطابق ہم کو سنا دو تو ہم تم کو سردست دو سو روپیہ بطور انعام دینگے لیکن ساتھ ہی خیال آیا۔ کہ ایسا نہ ہو یہ دو سو روپیہ کسی کے ابتلا کا موجب ہو۔ میں نے اس روپیہ کے دینے میں تامل کیا مگر آج رات مجھے انشراح صدر سے یہ امر ثابت ہوا۔ کہ ایسے ابتلا آتے ہیں۔ اور آئیں گے۔ پس ہم اس پاک انعام کے دینے سے کیوں تامل کریں۔ ہم نے یہ فیصلہ کر لیا۔ کہ وہ انعام عنقریب اسے دے ہی دیں گے۔ اور خدا تعالیٰ نے یہ سامان کر دیا۔ کہ حکیم فضل الدین (مرحوم عرفانی) نے مجھے کہا۔ کہ آپ کے دو سو دس روپیہ میرے ذمہ ہیں عنقریب دیدونگا۔"

یہ واقعہ اپنے اندر بعض دوسرے امور پر بھی روشنی ڈالتا ہے ان کا یہ محل نہیں۔ میں نے اس کو صرف یہ دکھانے کیلئے لکھا ہے کہ آپ کی خوشی قرآن مجید کی تعلیم و اشاعت میں تھی۔ اپنی اولاد کے متعلق جو آرزوئیں اور خواہشیں آپکی تھیں وہ بھی قرآن مجید

مشاہدات عرفانی

دانشمند مشرق مغرب میں

حضرت عرفانی کبیر کی قلم سے

آج چونکہ ہندوستانی ڈاک کا دن ہے۔ میں نے اپنے معمولات سے فراغت پاکر خطوط کی تکمیل کی۔ الفضل کیلئے ایک مکتوب لکھا۔ دوپہر کا کھانا بھی ساڑھے تین بجے کے قریب کھایا۔ میں اخبار پڑھ رہا تھا کہ درد صاحب کا پیغام پہونچا۔ کہ میں چار بجے ان کو اورینٹل ہاؤس ملوں۔ چنانچہ وہاں گیا۔ درد صاحب پانچ بجے آئے۔ انہوں نے بتایا کہ جلالۃ الملک ابن سعود ملک الحجاز نے افتتاح مسجد کیلئے اپنا نمائندہ بھیجنا منظور کرلیا ہے۔ میں مسٹر فلبی کے ہاں کھانے پر جارہا ہوں۔ تقرر تاریخ کیلئے درخواست کرنی ہوگی۔

قدرتی طور پر مجھ کو اس خبر سے خوشی ہوئی۔ دوسری بات انہوں نے یہ فرمائی۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تجویز فرمایا ہے۔ کہ ملک غلام فرید صاحب پہلی اذان کہیں۔ اور عرفانی پہلی تکبیر۔ مجھ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ہر ادا پسند اور ہر حکم قابل اطاعت ہے۔ اور میں الحمدللہ آپ کے ہر فیصلہ پر شرح صدر پاتا ہوں۔ اگرچہ میں اب تک محض اسی ایک جذبہ کی بناء پر یہاں ٹھہرا ہوا ہوں۔ اور اب تک ۸۰ پونڈ اس مقصد کیلئے گویا خرچ کرچکا ہوں۔ کہ پہلی اذان دوں۔ لیکن مجھے اس امر سے بھی بے حد خوشی ہے۔ کہ اب میں انشاءاللہ دوہرے ثواب کا مستحق ٹھیرونگا۔ اس نیت کے لئے اور اس حکم کی تعمیل کے لئے۔

بہرحال ۸ بجے تک میں وہاں رہا۔ اور پھر گھر کو آیا۔ ساڑھے آٹھ بجے کے قریب پارک کو گیا۔ میں اپنے مقررہ مقام پر کھڑا تھا۔ کہ ایک عمر رسیدہ مگر قویٰ کے لحاظ سے مضبوط انگریز میرے پاس آیا۔ اور اسنے بیان کیا۔ کہ وہ ہندوستان کے تمام حصوں میں ۲۴ برس رہا ہے۔ سب سے اول جاپانہ پر نوکر ہوگیا تھا۔ پھر فوج میں منتقل ہوگیا۔ اس ابتدائی انٹروڈیوس کے بعد مختلف امور پر سلسلہ کلام جاری رہا۔ صاحب موصوف کلکتہ سے اسی اپریل میں آئے ہیں۔ اور وہاں کے فسادات کا آغاز ہوچکا تھا۔ وہ دوسری صبح کو وہاں سے روانہ ہوئے۔ بنگال کے لیڈروں سے واقف ہیں۔

صاحب موصوف — آپ فسادات کلکتہ کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔

میں — میں تو اس موقعہ پر موجود نہ تھا۔ اس لئے میں صحیح رائے قائم نہیں کرسکتا۔ لیکن بالطبع میں اس قسم کے فسادات کو ملک اور گورنمنٹ دونوں کی بدقسمتی سمجھتا ہوں۔ اور نفرت کی نظر سے دیکھتا ہوں

صاحب — گورنمنٹ کی بدقسمتی سے اس کیا تعلق؟

میں — گورنمنٹ کی بدقسمتی میں اوّل تو اس لحاظ سے کہتا ہوں۔ کہ اگر ملک میں اندرونی فسادات ہوں تو وہ گورنمنٹ کے حسن انتظام کو بدنام کرتے ہیں۔ دوسرے اس لئے کہ بعض ناعاقبت اندیش اور جوشیلے لوگ اس قسم کے فسادات کو گورنمنٹ کی کسی اندرونی تحریک اور "علیحدگی پسندی" کے اصول کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ اور میں ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ کہ اس قسم کے فسادات کی تہ میں گورنمنٹ کا ہاتھ نہیں ہوتا۔

صاحب — میں آپ کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں مگر کیا یہ صحیح نہیں کہ مسجد کے سامنے باجا نہیں بجانا چاہیئے۔ اور ہندو جان بوجھکر ایسا کرتے ہیں

میں — میں مسلمان ہوں۔ جہاں تک میں نے اسلام کا مطالعہ کیا ہے۔ اور اسے سمجھا ہے۔ اسلام اس قسم کی لغویات کا حامی نہیں ہے۔ شارع عام کے متعلق جو حقوق دوسروں کو حاصل ہیں۔ ان میں مداخلت کی تعلیم اسلام نہیں دیتا۔ اگر ہندو باجا بجاتے ہوئے گذرتے ہیں۔ اور وہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات یا مقامات کا احترام نہیں کرتے تو ان کی یہ اخلاقی کمزوری تو ہوگی۔ مگر ہم ان کو مجبور نہیں کرسکتے۔ کہ وہ ضرور ایسا کریں۔ اسی طرح میری رائے میں ہندوؤں کو اس قسم کا مطالبہ کرنیکا کوئی حق نہیں کہ وہ مسلمانوں یا عیسائیوں سے بجبر اپنے مذہبی خیالات کی تائید چاہیں۔ دونوں اگر رواداری کے اصول کو اختیار کریں تو ان کے لئے بابرکت ہے۔

صاحب — مسلمان تو کہتے ہیں کہ یہ ہو نہیں سکتا۔ کہ مسجد کے سامنے باجا بجایا جاوے۔

میں — میں اس قسم کے خیالات کی تائید نہیں کرتا اس لئے کہ دوسروں کے جائز حقوق کو چھیننے کا کوئی حق ہم کو نہیں۔

صاحب — تو کیا آپ کے خیال میں ہندو مسلمانوں میں صلح نہیں ہوسکتی۔

میں — مسلمان تو دنیا کے ہر شخص سے صلح کرسکتا ہے۔ اسلام تو صلح کا دین اور امن کا پیغام ہے۔ خود لفظ اسلام اسی کی تشریح اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس لئے میں اس بات کو نہیں مانتا کہ صلح نہیں ہوسکتی۔ مسلمان کیلئے تو صلح بہت آسان ہے

صاحب — تو پھر کیا ہندو صلح نہیں کرتے۔

میں — میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہ بلاوجہ ان کی نیت پر حملہ ہوگا۔ اور اسلام اس سے منع کرتا ہے۔

صاحب — آپ عجیب بات کرتے ہیں اور یہ بات اعلیٰ درجہ کی بات ہے۔ لیکن پھر جھگڑا کیوں ہوتا ہے اور صلح کیوں نہیں ہوتی۔ کیا لیڈروں کا قصور ہے۔

میں — میری بات میں عجوبہ تو کچھ نہیں یہ واقعہ ہے جو میں نے دونوں قوموں کے حالات اور مطالبات کا مطالعہ کرکے بطور نتیجہ سمجھا ہے۔ جھگڑے کی جڑ بعض غلط فہمیاں اور بدگمانیاں ہیں۔ اور چونکہ صلح کی تحریک صحیح اصولوں پر نہیں ہوتی۔ وہ کامیاب نہیں ہوسکتی۔ آپ کو معلوم ہے بہت دفعہ یہ صلح ہوئی اور فساد سے بدل گئی۔ میں ایک حد تک لیڈروں کو ان جھگڑوں کا ملزم سمجھتا ہوں۔

صاحب — وہ صحیح اصول کیا ہے؟

میں — بہت سہل ہے۔ مگر خودغرضی دونوں قوموں کو اس طرف آنے نہیں دیتی۔ وہ اصول یہ ہے کہ اختلافات کو اپنی جگہ قائم رکھکر صلح کیجاوے اور مصالحتی بورڈ قوم پرستی پر عام صلح کو قربان نہ کردے۔

صاحب — اختلافات کو قائم رکھکر صلح کرنیسے آپ کی کیا مراد ہے

میں — میری مراد یہ ہے کہ موجبات اختلاف کو تسلیم کرلیا جاوے مثلاً ہندو یہ تسلیم کرلیں کہ مسلمانوں کو گائے کی قربانی کا حق ہے۔ اور ہمارا اس میں کسی قسم کی مداخلت کرنا غلطی ہے۔ اور مسلمان یہ تسلیم کرلیں کہ ہندوؤں کے اپنے جلوس باجہ کے ساتھ لیجانے کا حق ہے۔ خواہ وہ مسجد کے پاس سے گذریں یا کسی اور جگہ کے پاس سے۔

اب یہ طریق اختیار کیا جاتا ہے کہ صلح کی مجلس میں اختلافات کا نام نہیں لیتے۔ اور مردن اس کے

سمجھوتہ کرنا چاہتے ہیں۔ جو قائم نہیں رہ سکتا۔

صاحب — یہ عجیب تجویز ہے کیوں نہ آپ ہندوستان میں پیش نہیں کرتے۔

میں — (ہنسکر) یہ تجویز میری نہیں میں کسی اور چشمہ سے پانی پیتا ہوں۔

صاحب — آپکو الہام ہوتا ہے۔

میں — میرا یہ مطلب نہیں۔ الہام جو آپ لوگ سمجھتے ہیں۔ میں اس کی کوئی قدر نہیں کرتا الہام تو بہت بڑی نعمت ہے۔ اور یہ خدا کا سے کلام کرنا ہوتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے اس دروازہ کو بند ہی نہیں کیا۔ اگر وہ پہلے دیکھتا بولتا اور سنتا تھا۔ تو اب بھی دیکھتا سنتا اور بولتا ہے۔ میں نے یہ علم اس چشمہ سے لیا ہے۔ جو براہ راست خدا سے نکلتا ہے

صاحب — آپ ایسی بات کہدیتے ہیں کہ ایک اور سوال پوچھنے کی ضرورت آتی ہے

میں — پر میں تو جواب دینے سے گھبراتا نہیں ہوں آپ کو گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں

صاحب — (ہنسکر) نہیں نہیں میرا یہ مطلب نہیں (میں معافی چاہتا ہوں) میرا مطلب صرف یہ ہے کہ آپ کی باتوں سے شوق اور دلچسپی پیدا ہوتی ہے۔

میں — (ہنسکر) میں معافی چاہتا ہوں میرا بھی اس جواب سے وہ مقصد نہیں جو آپ نے سمجھا ہے۔ غالباً میں انگریزی زبان پر حکومت نہ رکھنے کیوجہ سے صحیح طور پر بیان نہیں کر سکا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ آپ شوق سے پوچھتے جایئے۔ میں آپ کی اس قدردانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ میری باتیں شوق پیدا کرتی ہیں۔

صاحب — وہ چشمہ کہاں ہے۔؟

میں — جس ہندوستان سے آپ آئے ہیں۔ اور اب اس نے کل دنیا کو سیراب کرنے کیلئے ہر جگہ اپنے واٹر پائپ بچھا دیے ہیں اگر ہم منہ نہ لگائیں تو ہمارا اپنا قصور ہوگا

صاحب — میں نے تو ہندوستان میں نہیں سنا۔ آپ کی کیا مراد ہے۔؟

میں — آپ نے احمدیہ موومنٹ کا نام نہیں سنا۔

صاحب — اوہ! ہاں! ہاں! (انگریزی طریق پر تلفظ میں احمدیہ موومنٹ کا نام لیکر) میں نے سنا ہے۔ آپ اس کے مشنری ہیں۔

میں — ہاں وہی احمدیہ موومنٹ۔ ہر احمدی مشنری ہے۔ اور اس لحاظ سے میں اپنے آپ کو مشنری یقین کرتا ہوں۔ مگر اس کے باقاعدہ اسی کام کے لئے مامور مشنری بھی یہاں رہتے ہیں۔ اور یہ کہکر میں نے مسجد کا پتہ ان کو بتایا۔

صاحب — ہاں میں نے اس موومنٹ کا کچھ حال پڑھا ہے۔ مگر مسلمان اس کو نہیں مانتے۔

میں — یہ تو صحیح نہیں کہ مسلمان نہیں مانتے میرا نقطۂ خیال یہ ہے کہ مسلمان ہی ایک کو مانتے ہیں۔ باقی جو اختلاف کرتے ہیں یا انکار کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں۔ جب کوئی خدا کی طرف سے آیا تو بہتوں نے انکار کیا۔ اگر یہ صحیح ہو میں تو اس کو غلط (عقیدہ سمجھتا ہوں) کہ خدا کا بیٹا دنیا میں آیا تو اسوقت بھی لوگوں نے انکار کر دیا بلکہ کہ پھانسی پر چڑھا دیا۔ مجھ کو یہ بات کبھی عجیب معلوم نہیں ہوئی۔ بلکہ اگر اس کی مخالفت نہ ہوتی تو یہ عجیب ہوتی ہے۔

صاحب — درست ہے میں نے جو کہا کہ مسلمان نہیں مانتے تو میرا مطلب یہ تھا کہ وہ مخالفت کرتے اور آپ لوگوں کو تکلیف دیتے ہیں۔

میں — ہمکو تو سب ہی تکلیف دیتے ہیں جہاں حکومتوں کا بس چلتا ہے۔ حکومتیں بھی فرق نہیں کرتی ہیں۔ آپ نے سنا ہوگا۔ کہ کابل کی حکومت نے ہمارے بعض معزز بھائیوں کو سنگسار کر دیا لیکن انہوں نے جان دیدی ایمان نہ دیا۔

صاحب — اوہ! ہاں یہ واقعات اخبارات میں شائع ہوئے تھے۔ انگلستان اور ہندوستان کے پریس نے اس پر نفرت کی تھی۔ اچھا تو آپ کی موومنٹ نے یہ تحریک صلح کی پیش کی تھی۔

میں — ہاں سب سے پہلا شخص جس نے ہندو اور مسلمانوں میں صحیح طریق پر اتحاد پیدا کرنا چاہا۔ وہ اس تحریک احمدیہ کے بانی حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود تھے آپ کے پہلے خلیفہ نے اسے پیش کیا اور موجودہ خلیفہ نے اس تحریک صلح کو بہت واضح کر کے پیش کیا ہے۔ اور جب صلح ہوگی اور میرا یقین ہے کہ ہوگی تو انہی اصولوں پر ہوگی۔

صاحب — ہندوستان کی ترقی صلح ہی پر موقوف ہے

میں — میں اتنا تنگ دل نہیں ہوں (ہنسکر) اسلام کا دائرہ چونکہ انسانیت کے مرکز پر کھینچا گیا ہے۔ اس لئے میں یہ کہتا ہوں کہ......

دنیا کے امن کا راز اسی پیغام صلح و امن میں ہے جو احمدیت کا بانی لایا ہے

صاحب — دنیا کی صلح کو اس سے کیا تعلق ہے؟ جھگڑا تو ہندو مسلمانوں کا ہے۔

میں — (ہنسکر) یہی تو غلطی ہے کیا آپ مجھے معاف نہ کریں گے۔ اگر میں کہوں کہ اپنی آنکھ کا شہتیر کسی کو نظر نہیں آتا آپ کے یہاں بھی تو لڑائیاں اور جھگڑے ہیں مختلف قسم کے اقتصادی اور ملکی فسادات ہیں کیا ان میں امن کی ضرورت نہیں؟ ابھی کوئلے کے مزدوروں کا جھگڑا کئی مہینے سے جاری ہے۔ سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں کے مطالبات اور تنازعات ہیں؟ یہ تو انگلستان کے اندر ہیں۔ پھر باہر بھی سیاسی میدان وسیع ہے آپ تو تجربہ کار ہیں۔

صاحب — (قہقہہ مارکر) آپ بہت عجیب آدمی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ بہت گہرا مطالعہ کرتے ہیں؟

میں — میں آپ کی قدردانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں مگر ان مکشوف واقعات کے لئے گہرے مطالعہ کی ضرورت نہیں دنیا میں اسوقت جنگ ہے خواہ وہ اقتصادی جنگ ہو۔ سرمایہ داروں اور مزدوروں کا سوال ہو۔ ملکی اور سیاسی تنازعات ہوں۔ مذہبی اختلافات ہوں ایک یا دوسری وجہ فساد عالمگیر فساد اور کشت و خون کی موجب ہوجایا کرتی ہے۔ اس لئے اسوقت خدا تعالیٰ نے شہزادہ امن کو بھیجا اس کا نام آپ نے امن کا شہزادہ رکھا۔ پس دنیا میں امن ہوگا۔ تو اسی راستہ سے جو وہ پیش کرتا ہے۔

صاحب — تو آپ ایک ورلڈ کانگرس قائم کر کے اس کو پیش کریں۔

میں — کسی ورلڈ کانگرس کی میرے خیال میں ضرورت نہیں۔ کل دنیا میں اس کے مبلغ یہ پیغام پہنچا رہے ہیں اور دنیا زیادہ مبتلائے مصیبت بھی ہوگی۔ تو وہ خود ایک ایسی کانگرس بلائیگی۔ ہمارا کام تو تخم ریزی کرنا ہے۔ پھر اسی سلسلہ میں ایسے لوگ بھی آجاویں گے جو مغربی علوم کی طرح اس پیغام کو پہونچانیکا آپ ذریعہ ہو جاویں گے۔

صاحب — میں آپ سے مل کر بہت خوش ہوا کیا آپ پھر بھی مل سکتے ہیں

میں — مجھے خود ہی بہت خوشی ہوئی۔ اول اس لئے کہ آپ میرے ملک میں ایک زمانہ گذار کر آئے ہیں۔ اور قدرتی طور پر آپ کو ہندوستان سے محبت ہوسکتی ہے۔ دوسرے اس لئے کہ آپ نے نہایت کشادہ دلی سے میرے ساتھ باتیں کی ہیں۔ ورنہ یہاں آپ کے (کلر) رنگ کا سوال اور بلا تعارف گفتگو نہ کرنے کی متعدی بیماری ہے (اسپر صاحب موصوف ہنسے اور بہت ہنسے) خوشی کی بات ہے کہ آپ پر اس کا اثر نہیں۔

صاحب — (ہنستے ہوئے) کلر کے سوال کو تو میں پسند نہیں کرتا۔ مگر بغیر تعارف کے گفتگو نہ کرنیکا طریق محفوظ ہے۔ کیا آپ نہیں سمجھتے۔

میں — میں ایک حد تک اس کو پسند کرتا ہوں متعدی بیماری کے رنگ میں اس سے بھاگتا ہوں۔ کیونکہ اس سے بھاگنا ہی چاہیئے۔ چنانچہ آپ نے بھی اپنے عمل سے بتلا دیا کہ آپ میرے ساتھ متفق ہیں

صاحب — (بے اختیار ہنستے ہوئے) مگر میں اپنے ہم قوموں سے تو تب ہی بات کرتا ہوں کہ ان سے میرا تعارف ہو۔

میں — آپ اچھا کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ بیماری تو انہیں سے لگتی ہے۔ ہندوستانیوں سے تو لگتی نہیں۔

صاحب — Oh my dear you are wonderful (اوہ میرے پیارے تم عجیب آدمی ہو) you are funny. (تم بڑے باہذاق ہو)

میں — کیا آپ اجازت دیں گے کہ میں ان خطابات کے لئے آپ کا شکریہ ادا کروں۔ نہیں نہیں مجھے ادب سے آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے آپ کی اس قدر افزائی کا بہت بہت شکریہ

صاحب — آپ سے جدا ہونے کو جی نہیں چاہتا مگر اب (گھڑی دیکھ کر) دس بجکر دس منٹ ہو چکے ہیں۔ اور مجھے دیر ہو رہی ہے۔ میں پھر آپ سے ملونگا۔

میں — اگر آپ سے میرا جی جدا ہونیکو نہ چاہتا تو میں دیر کو خوشی سے بدل لیتا۔ لیکن میں آپ کو مجبور نہیں کرنا چاہتا تھا۔ شب بخیر

صاحب — میں آپ کا بہت شکر گذار ہوں۔ فی الحقیقت آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ ہم پھر ملیں گے۔ خدا حافظ

میں انسے رخصت ہو کر گھر کو آرہا تھا اور قریب تھا کہ بس پر سوار ہو جاؤں ایک اور صاحب (جو اسی علاقہ کے قریب میں رہتے ہیں جہاں میں رہتا ہوں) آگئے اور انہوں نے یہاں کے طریق کے موافق عذر کر کے استفسار کیا۔ میں اس گفتگو میں توان کو رفیق نو لکھونگا:-

رفیق نو — میں سمجھتا ہوں آپ ہندوستانی ہیں

میں — آپ نے ٹھیک سمجھا ہے میں ہندوستانی ہوں۔

رفیق نو — میں ہندوستان کی تعلیم کو بہت پسند کرتا ہوں۔ مشرق کو روحانیات سے بہت تعلق ہے۔

میں — میں بہت خوش ہوں کہ آپ کو مشرق میں روحانیات نظر آتی ہیں۔ مشرق کو تو روحانیات سے تعلق رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کے بہت سے نبی مشرق میں پیدا ہوئے

رفیق نو — حیات بعد الموت کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔؟

میں — میں حیات بعد الموت کو مانتا ہوں اور اسی حیات بعد الموت کو ہر روز مشاہدہ کرتا ہوں

رفیق نو — آپ مشاہدہ کرتے ہیں۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ لوگ اس راز کو معلوم کرنے کے لئے بہت مشتاق ہیں۔

میں — میں تو ایسے راز یا تجربہ سمجھتا نہیں ہوں۔ میرے نزدیک اس کا نظارہ ہر روز نظر آتا ہے۔

رفیق نو — کیا آپ مہربانی کر کے مجھے بتائیں گے مجھے تو موت بہت خوفناک معلوم ہوتی ہے۔

میں — موت خوفناک چیز نہیں ہے۔ اگر اس کی حقیقت معلوم ہو جاوے تو وہ خوف جاتا رہتا ہے۔ اب میں آپ کو حیات بعد الموت کا ایک نظارہ دکھاتا ہوں۔

سنئے ہر ایک حیات کے لئے ایک موت ضروری ہے۔ کسان جو اناج بوتا ہے۔ جو ہو یا گندم کچھ بھی ہو جب وہ دانہ زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے تو کچھ دنوں کے بعد اگر اس کو کھود کر دیکھا جاوے تو اس دانہ کی حالت بدل چکی ہوگی۔ اور اس پر ایک موت طاری ہو چکی ہوگی۔ لیکن اسی موت نے اس کی حقیقت کو کھو نہیں دیا۔ بلکہ بدل دیا ہے اس کے کچھ دنوں بعد اس کا پتہ باہر نکلتا ہے اور اس میں وہ دانہ موجود ہوتا ہے مگر اس شکل میں کوئی سمجھ نہیں سکتا کسان جانتا ہے کہ یہ دانہ ہے۔ پھر رفتہ رفتہ وہ دانہ ہی پیدا ہو جاتا ہے۔ زمین میں کوئی زندگی بظاہر نظر آتی تھی۔ لیکن ایک مدت مقررہ کے عمل کے بعد وہ زندگی کا موجب ہو جاتی ہے۔

اب آپ ذرا آگے چلیں۔ ہم کچھ غذائیں کھاتے ہیں وہ مختلف چیزیں ہوتی ہیں۔ معدہ میں جاکر وہ اپنی اصلی ہستی کو کھو دیتی ہے۔ اور وہاں ایک کیمیائی عمل جاری ہوتا ہے۔ جس سے اس غذا کا ایک حصہ تو خون بن جاتا ہے۔ اور کچھ حصہ جو ردی ہوتا ہے پیشاب اور پاخانہ کی صورت میں خارج ہو جاتا ہے۔ اب اسی غذا نے گویا ایک اور موت کے بعد خون کی صورت اختیار کی۔

یہ ایک زندگی ہے اور اس پہلی زندگی سے زیادہ نمایاں ہے۔ پھر یہ خون دل میں جاتا ہے۔ اور وہ اس کو صاف کر کے تمام بدن میں پہونچاتا ہے۔ جو اجزاء اس میں ردی ہوں وہ بھی خارج ہو جاتے ہیں اس لئے خدا تعالیٰ نے انسانی مشین میں دوسری صورتیں رکھی ہیں۔ مثلاً پسینہ کے ذریعہ سے۔ پھر یہ خون جب انسان کے آلات تولید میں جاتا ہے تو ایک اور عمل کے نیچے آتا ہے اور اسی خون کے بہت سے قطرات سے ایک اور چیز تیار ہوتی ہے۔ جسکو نطفہ کہتے ہیں۔ یہ ایک اور زندگی ہے۔

آپ یہ خیال کریں کہ ہر درجہ میں ایک خلاصہ بنتا چلا جاتا ہے۔ پھر یہ نطفہ قدرتی عمل کے ذریعہ سے ماں کے رحم میں جاتا ہے۔ اس نطفہ میں ایک زندگی ہوتی ہے۔ مگر اسکی آئیندہ ترقی اور نشوونما کیلئے مرد کے آلات تولید کافی نہیں ہیں۔ ان کا کام اس نطفہ کو پیدا کرنا ہے اور آئیندہ ترقی کے لئے ماں کے رحم تک پہونچانا ہے اس موقعہ پر وہ پھر ایک عمل کے نیچے آتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ اس کا نشوونما ہونے لگتا ہے جس کے چھ مختلف درجے ہیں۔ اور اسی عمل میں ایک مرحلہ پر جاکر یکایک اس میں حرکت اور زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اسی طرح پر وہ نو ماہ دس دن تک اس رحم میں پرورش پاتا ہے۔ اور اس کی آئیندہ ترقی کیلئے وہ مقام موزوں نہیں رہتا۔ تو طبعی حرکت اس میں باہر آنے کیلئے پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ایک بچہ کی صورت میں وہ اس دنیا میں آتا ہے۔ گویا یہ دنیا اب اس کیلئے رحم مادر کا کام دیتی ہے۔

چنانچہ وہ ایک عرصہ تک مختلف قسم کی ترقیات ذہنی۔ روحانی۔ اخلاقی کرتا ہے پھر یہ مقام اس کی آئیندہ ترقی کے لئے منافی ہو جاتا ہے۔ اور اس پر بظاہر موت وارد ہوتی ہے۔ اور وہ اس موت کے ساتھ ہی ایک اور عالم میں چلا جاتا ہے۔ جو اس سے زیادہ لطیف اور عمدہ ہے اور چونکہ یہ ترقی تدریجی ہوتی ہے۔ اس لئے کوئی ظاہری فرق محسوس نہیں ہوتا۔ اور یہ حیات ہوتی ہے یہ ایک ایسا نظارہ ہے جس کو ہم روزانہ دیکھتے ہیں اور اس کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ یہی موت کی حقیقت ہے۔ صرف ایک انقلاب ہے۔ یا اسی جسم سے روح کا جدا ہو جانا ہے۔ قرآن شریف نے حیات بعد الموت کی مثال ایسی واضح دی ہے کہ ہر شخص عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذَٰلِكَ الْخُرُوجُ

یعنی آسمان سے مینہ برستا ہے۔ اس مینہ کے ساتھ زمین جو مردہ ہوتی ہے زندہ ہو جاتی ہے ہر قسم کی سبزیاں ہر طرف نکل آتی ہیں۔ اور اسی طریق پر حیات بعد الموت کا نظارہ ہوگا۔

رفیق نو — آپ نے بہت ہی قیمتی بات مجھ کو لکھائی ہے میں نے آپ سے بہت کچھ سیکھا ہے

میں — مجھے بہت خوشی ہے کہ آپ نے کچھ فائدہ اٹھایا ہے۔ مگر آپ یاد رکھیں کہ میرے نقطہ خیال سے محض علم کوئی چیز نہیں۔ اسی دنیا میں ہمارا آنا ظاہر کرتا ہے کہ ہم کسی معمولی مقصد کیلئے یا محض علم کیلئے پیدا نہیں کئے گئے۔ بلکہ اصل مقصود عمل ہے۔ اور ہمارے اردگرد اعمال کی بہت بڑی دنیا ہے۔ ممکن ہے ایک شخص اے۔ بی۔ سی بھی نہ جانتا ہو لیکن اس کو وہ معرفت اور علم دیا گیا ہے۔ جو اعمال کی قوت بخشتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص محض مادی علوم کا ماہر ہے اور اس کے اعمال دنیا کے لئے فائدہ بخش نہیں تو میں اس کے علم کی قیمت ایک فارد نگ بھی دینے کو تیار نہیں۔

رفیق نو — بے شک یہ صحیح بات ہے لیکن عمل سے آپ کی کیا مراد ہے

میں — عمل سے میری مراد ہے کہ انسان اپنی زندگی کا مقصد معلوم کر کے اس کے حاصل کرنے کے ذرائع کو کام میں لاوے۔ جس طریق پر وہ اس دنیا میں کرتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کی ایک مادی غرض قرار دیکر اس کو حاصل کرتا ہے مادی اور روحانی زندگی کا عملی اصول متوازی چلتا ہے۔

رفیق نو — آپ نے جو حیات بعد الموت کی صورت بتائی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پھر دوزخ بہشت کوئی چیز نہیں۔

میں — یہ تو غلط ہے یہ تمام نظارہ تو دوزخ اور بہشت کو ساتھ ہی ثابت کرتا ہے۔ ہاں میں یہ نہیں مانتا کہ دوزخ اور بہشت کہیں باہر سے آتا ہے۔ انسان اپنی دوزخ اور بہشت آپ ہی بناتا جاتا ہے۔ اور اسلام نے اس کی حقیقت کو ایسا کھولا ہے کہ انسان نہ صرف آسانی سے سمجھ لیتا ہے۔ بلکہ وہ محسوس کر لیتا ہے کہ میں دوزخ میں ہوں۔ یا بہشت میں:-

رفیق نو — بائیبل سے معلوم ہوتا ہے کہ ابدی جہنم ہے تو پھر یہاں سے کیونکر شروع ہوگا۔

میں — میں کسی ابدی جہنم کا قائل نہیں اور بائیبل اگر ایسا کہتی ہے تو جواب دینے کے لئے وہ آپ یا اس کے ماننے والے ذمہ دار ہیں۔ میں نہیں ہو سکتا۔

سنئے صاحب۔ خدا تعالیٰ تو کوئی انتقام نہیں لیتا ہے کہ وہ ایک محدود وقت کے گناہ کے بدلہ میں ہمیشہ کے جہنم میں ڈالدے۔ جہنم کی مثال تو ہسپتال کی سی ہے۔ جیسے ہسپتال میں کوئی مریض داخل ہوتا ہے جب علاج ہوگیا تو اسے باہر نکال دیا جاتا ہے۔ اسیطرح روحانی ترقیات کیلئے جو کمیاں انسان میں اسکی بعض غلطیوں کی وجہ سے رہ جاویں گی۔ ان کی اصلاح جہنم کے ذریعہ ہو جاویگی۔ وہ ایک حالت ہے اس میں سے گذر کر انسان اصل مقام کو حاصل کریگا۔

جزا سزا اسی جہان سے شروع ہو جاتی ہے۔ اور ہر فعل کا نتیجہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ مگر ہاں یہ کامل نہیں ہوتا ہے۔ کامل ظہور ہر چیز کا ایک وقت پر ہوتا ہے جیسے بچہ نطفہ میں تو ہوتا ہے۔ مگر فوراً آپ اس سے بچہ نہیں بنا لیتے۔ درخت کے بیج میں درخت تو ہوتا ہے۔ مگر بیج سے فوراً پھل والا درخت نہیں نکل آتا۔ اسیطرح اعمال کا بدلہ فوراً شروع ہو جاتا ہے۔ مگر اس کی تکمیل ایک وقت خاص پر جا کر ہوتی ہے۔ اور یہ وہی دن ہے جس کو قیامت کہتے ہیں۔

رفیق کو: مجھ کو آپ کی باتوں سے بہت لطف آیا۔ میں نے بھگوت گیتا کو پڑھا ہے۔ اور بہی ہندو دھرم کی کتابیں پڑھی ہیں مگر آپ کا حلقہ کچھ اور ہے۔

میں: میرا تو کوئی حلقہ نہیں ہے۔ یہ اسلام کی تعلیم ہے اور اسلام وہ مذہب ہے جو انسان کی فطرت چاہتی ہے۔ انسان کو خدا تعالےٰ نے پیدا کیا ہے۔ اور وہ خوب جانتا ہے کہ انسانی نیچر کیا چاہتا ہے۔ اسلئے اسلام اس کی فطرت کی خواہش کو پورا کرتا ہے۔

رفیق کو: اسلام اور محمڈن ازم میں کیا فرق ہے؟

میں: محمڈن ازم اسلام کا غلط نام ہے ورنہ تعلیم وہی ہے۔ محمڈن ازم کوئی چیز نہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس دین کا نام اسلام رکھا ہے۔ جس کے معنی ہیں کامل فرمانبرداری۔ کامل صلح اور کامل امن اور صلح۔

رفیق کو: یہ مذہب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (محمد صلعم) کا بنایا ہوا مذہب نہیں ہے۔

میں: نہیں نہیں یہ تو خدا کا دیا ہوا مذہب ہے اور جب سے انسان دنیا میں آیا ہے۔ اسلام اس کے ساتھ آیا۔ البتہ اس کی تکمیل ہوتی رہی جیسے بچہ جب سے دنیا میں آیا ہے۔ اسکی خوراک اور لباس اسی وقت سے آئے ہیں۔ مگر زمانہ کی ضرورت اور حالات کے لحاظ سے وہ بدلتے جاتے ہیں۔ اصل قائم رہتا ہے۔ مثلاً غذا تو لازمی طور پر ہوتی ہے پہلے صرف دودھ پیتا تھا۔ پھر روٹی اور دوسری چیزیں کھانے لگا۔ اور مختلف قسم کی تیار کرنے لگا۔ لباس تو رہا۔ مگر یہ نہیں کہ بچپن کے کپڑے ساری عمر کیلئے چلے جاویں اسیطرح مذہب کا سلسلہ رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آکر وہ مکمل ہوگیا۔ اب اسلام جو قانون دنیا کو دیتا ہے۔ وہ ایسا کامل ہے۔ کہ اس پر کوئی اور ترقی نہیں ہوسکتی۔ وہ ہر پہلو سے کامل ہے۔ پس اسلام اس لحاظ سے کہ انسان کے ساتھ آیا اور انسان کی فطرت کے مذہب کا نام اسلام ہے قدیم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا سے وحی پاکر یہی دعویٰ کیا کہ:-

مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ

میں کوئی نیا رسول نہیں ہوں۔

رفیق کو: میں آپ کا بہت شکر گذار ہوں۔ کہ آپ نے مجھے بہت کچھ علم دیا۔ میں پھر بھی آپ سے ملنے کی خواہش رکھتا ہوں۔

میں: مجھے ہمیشہ ہی آپ سے مل کر خوشی حاصل ہوگی۔ اور اگر آپ کچھ پوچھیں گے تو میں بہت خوشی سے جو جانتا ہوں بیان کرونگا

رفیق کو: بارہ بجے ہیں آپ کو بہت دیر تک میں نے روک رکھا۔ شب بخیر:-

میں: یہ روک بہت ہی خوشگوار رہے۔ خدا تعالیٰ ہمکو برکت دے شب بخیر۔

رخصت ہو کر گھر آیا کھانا کھایا۔ اور مغرب وعشاء کی نماز جمع تاخیر کی صورت میں ادا کر کے سو رہا۔ الحمدللہ آج کچھ کام ہو سکا۔

جمعہ کی نماز کیلئے بیٹھنی گیا۔ معمولی نمازیوں کے علاوہ دو یورپین عورتیں بھی موجود تھیں۔ کھانے پر کچھ استفسارات ہوتے رہے۔ اور برادرم عزیز الدین صاحب نے اُن کے سوالات کے جوابات دیئے۔ نماز پڑھ کر میں واپس آگیا۔ موسم آج اچھا نہیں بارش ہو رہی ہے۔ مگر صبح سے ۲ بجے تک صرف ابر آلود تھا۔ تقاطر نہ تھا۔

(بقیہ صفحہ ۴ کالم تین سے آگے)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے قرآن مجید کے حل کا گُر

میں نے ایک مرتبہ حضرت حکیم الامۃؓ سے دریافت کیا۔ کہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی آیت پوچھی ہے۔ اگر پوچھی ہے تو کونسی؟ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں نے قرآن کریم کی کوئی خاص آیت حضرت سے نہیں پوچھی۔ بلکہ ایک ایسا گُر پوچھا ہے جس سے قرآن مجید کی کوئی آیت بھی مشکل نہ رہے۔ میں ایک مرتبہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں ان ایام میں کتاب فصل الخطاب لکھ رہا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ بعض اوقات مخالفین اسلام ایسا اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اس کا تحقیقی جواب سمجھ نہیں آتا میرا خیال ہے۔ کہ یا تو ایسے اعتراضات کو چھوڑ دیا جاوے اور یا ان کا الزامی جواب دے دیا جاوے اس پر حضرت اقدس نے فرمایا۔ کہ میں تو اس کو سخت ناپسند کرتا ہوں۔ کہ جس چیز کو انسان کا اپنا ایمان خود نہیں مانتا۔ پھر وہ دوسروں سے منوانے کا کیا حق رکھتا ہے۔

فرمایا حضرت صاحب کی اس بات نے مجھے یقین دلا دیا۔ اور میرا ایمان بہت بڑھ گیا۔ کہ یہ شخص فی الواقعہ خدا تعالےٰ کا مامور اور مرسل ہے۔ کیونکہ اس کی فطرت اور اس کا ایمان ایسا ہے کہ جس کو یہ خود نہیں مانتا۔ دوسروں سے اسکو منوانا نہیں چاہتا۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اتنا بڑا دعویٰ یونہی کر دے۔ غرض مجھے حضرت صاحب نے فرمایا کہ میں آپ کو ایک ایسا گُر بتا دیتا ہوں۔ کہ

کوئی آیت آپ کے لئے مشکل ہی نہ رہا ہے

اور وہ یہ کہ جو اعتراض آپ کے خیال میں نہایت مشکل ہو یا جس آیت پر شرح صدر نہ ہو۔ اس کو موٹی قلم سے لکھ کر ایسی جگہ لٹکا دیں۔ جہاں آتے جاتے تمہاری نظر ہر وقت پڑ سکے۔ چندروز کے اندر اندر اللہ تعالےٰ اس اعتراض کی حقیقت اور جواب سمجھا دے گا۔

حضرت صاحب کے اس گُر کو میں صوفیانہ رنگ میں لے گیا۔ اور میں نے یہ قرار دیا۔ کہ سب سے بہتر جگہ جہاں انسان کی ہر وقت نظر پڑ سکے وہ دل ہے۔ پس میں نے یہ مناسب سمجھا کہ اگر کوئی ایسا موقعہ ہو تو اسے ہر وقت دل میں زیر توجہ رکھنا چاہیئے اور میں نے دیکھا ہے۔ کہ ایسا کرنے سے بڑا مشکل سے مشکل مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ اور ظاہری طور پر اگر اپنی آمد ورفت عام نظر میں لکھ کر لٹکا لیا جاوے تو بھی ضرور مفید ہوتا ہے۔ پس اس ایک نکتہ سے مجھے بہت فائدہ پہونچا۔ اور اللہ تعالےٰ نے مجھے بشارت دی کہ اگر کوئی دشمن اسلام قرآن کریم یا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پر کوئی اعتراض کرے اور تم کو اس کا جواب نہ آتا ہو تو ہم فوراً سکھا دینگے۔ اللہ تعالےٰ کی اس بشارت نے بہت موقعوں پر میری تائید فرمائی ہے۔ غرض میں نے حضرت صاحب سے یہ گُر سیکھ لیا تھا۔ اور اس کو سب کے واسطے مفید سمجھتا ہوں۔

دفتر تحریک جدید کا تار کا پتہ

دفتر تحریک جدید کے نام تار دیتے وقت احباب اس امر کو ملحوظ رکھیں۔ کہ کیونکہ تحریک جدید محکمہ ڈاکخانہ کے نزدیک ایک لفظ نہیں بلکہ دو ہیں۔ اس لئے انہیں دو ہی شمار کرنا چاہیئے۔ تحریک علیحدہ لکھیں اور جدید علیحدہ لکھا کریں۔ (انچارج تحریک جدید قادیان)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

حضرت مولوی رحیم بخش صاحب رضی اللہ عنہ کے خود نوشت حالات

یہ عاجز دراصل موضع بہادر حسین کا رہنے والا ہے جو متصل مسانیاں ہے۔ میرے دادا صاحب مرحوم بڑے کامل ولی اللہ مشہور تھے۔ ان کا نام میاں غلام محمد تھا۔ موضع مسانیاں میں ان کے دو گھر مرید تھے ایک مشیخونکا جن کے بڑے کا نام سندھی تھا۔ اس نے میرے پاس میرے دادا کی بہت تعریف کرے" اور کہتے کہ ایسا بزرگ دیکھنے میں نہیں آتا اور یہ عاجز ایک مرتبہ موضع ہرچپور گیا۔ وہاں ایک مولوی تھے میرے دادا کے مرید تھے۔ کہا کہ ہم بہادر حسین جایا کرتے تو ادب سے ہی مسانیاں سے جوتیاں اتار لیا کرتے تھے۔ ہمیں ایسا کامل کوئی نظر نہیں آتا عاجز کے پڑدادا صاحب کا نام غلام بدر تھا۔ سنا ہے کہ وہ بہت تھے۔ ایک دفعہ بہادر حسین سے چل کر بٹالہ میں شیر سنگھ کے پاس پہونچے جو حاکم تھے اور بارہ دری میں رہتے تھے۔ اس کے پہرے پر سکھ سپاہی ننگی تلواروں کا پہرہ دروازہ پر دیتے تھے ان کو کہا فقیر کو اندر جانیدو میں نے حاکم کو ملنا ہے۔ وہ آپ کو جھڑکیاں دیتے اندر نہ جانیدیتے تھے۔ اندر سے شیر سنگھ نے آواز سنکر کہا یہ کون ہے۔ اس کو آنیدو جب وہ اس کے پاس گئے اور سامنے کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں آپ کو بڑے حاکم کا پیغام پہنچانے آیا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ آپ نماز پڑھا کریں۔ یہ بات سنتے ہی سکھوں نے سرخ سرخ آنکھیں نکالیں مارنے کو تیار ہوئے۔ شیر سنگھ نے کہا اس کو کچھ نہ کہو۔ یہ فقیر ہے۔ جانیدو۔

پڑدادا صاحب باہر نکل آئے۔ آخر ایک سکھ نے باہر ایک پتھر مارا۔ جس کے لگتے ہی خون نکل آیا۔ بولے الحمدللہ فقیر نے نوح علیہ السلام کی سنت ادا کردی اگر کسی نے نوح علیہ السلام کو دیکھنا ہو تو فقیر کو دیکھ لے۔

میرے والد صاحب بے علم تھے۔ میری عمر چھوٹی تھی کہ والد صاحب مجھے مسانیاں لے گئے اور ایک استاد کے پاس پڑھنے بٹھادیا۔ راستے میں کہتے گئے کہ بٹالہ تم پڑھو گے تو لوگ تم کو یہاں بھی کہا کریں گے۔ ضرور پڑھو۔ کچھ تھوڑا سا اردو پڑھا۔ والد صاحب نوکر ہو کر ملک حبش کو چلے گئے ادھر ہی فوت ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میری والدہ نے میری پرورش کی اور ہمیشہ میری والدہ کی تاکید تھی کہ بیٹا علم پڑھو تمہارے بزرگ علم والے تھے میں ان کی بات کی پرواہ نہ کرتا تھا۔ کھیل کود میں لگا رہتا تھا۔ وہ کہتی رہی کہ پڑھو ایک مدت تک میرے اوقات ضائع ہوگئے۔ اتفاقاً ایک حافظ صاحب بہادر حسین آگئے۔ ان کا نام حافظ محمد تھا۔ میں نے قرآن شریف اور کچھ تھوڑی سی فارسی ان سے پڑھی پھر وہ قادیان آگئے۔ اور مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم اور مرزا فضل احمد صاحب کے پڑھانے کے واسطے مقرر ہوگئے۔ میں ان سے ملنے آیا۔ تین چار روز رہے حافظ صاحب اور یہ عاجز جس کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے۔ دروازہ پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ حافظ صاحب آپ نے کھانا کھایا تو انھوں نے کہا مرزا صاحب کھالیا۔ پھر حضور اتنی گفتگو کے بعد واپس تشریف لے گئے۔ حافظ صاحب نے اس عاجز کو کہا کہ یہ لڑکے مرزا صاحب کے بڑے ہی نیک ہیں۔ گوشہ نشین ہیں۔ ہمیشہ یاد الٰہی کرتے ہیں۔ دنیاوی کاروبار سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ بعد اس کے جب میں بہادر حسین واپس گیا تو ایک نمبردار کے پاس مسیح موعود علیہ السلام کی تعریف جو حافظ صاحب سے سنی تھی کی (یہ بات قابل ذکر ہے اسوقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر کوئی قریباً ۲۵ یا ۳۰ سال کے درمیان ہوگی اور مرزا غلام مرتضٰے ابھی زندہ ہی تھے۔) آپ نے بھی کہا۔ کہ وہ بہت نیک ہیں ایک مرتبہ وہ اور مرزا غلام قادر مرحوم اس جگہ آئے تھے" یہ گاؤں ان کی جاگیر کا تھا۔ اور کہا کہ اس جگہ سے ملاقاتی کرتے تھے ۔۔ مرزا غلام قادر ہمارے ساتھ کھیلتے اور جو جو کھیلیں ہم کرتے وہ بھی کرتے مگر مرزا غلام احمد صاحب نہ لڑکوں کیساتھ کھیلتے اور نہ شوخی وغیرہ کی باتیں کرتے۔ بلکہ چپ چاپ بیٹھے رہتے۔ ان دونوں باتوں سے جو عاجز نے سنی تھیں۔ عاجز کے دل میں مرزا صاحب کی ملاقات کا شوق پیدا کردیا لیکن نہ جاسکا۔ کچھ مدت کے بعد امرتسر چلا گیا۔ اور وہاں مولوی عبداللہ غزنوی کا مرید ہوگیا۔ وہ بڑے مشہور عارف تھے۔ ان کے پاؤں دباتا رہتا۔ بزرگ سمجھ کر دل کی خوشی سے خدمت کرتا رہتا لوگ ان کو عبداللہ ہی کہا کرتے۔ ایک مرتبہ عاجز نے ان کو مولوی صاحب کہا تو فرمایا "مولوی مگو عبداللہ بگو از مولوی عبداللہ بہتر است" ان کی صحبت کے بعد عاجز گاؤں میں واپس آیا تقویت الایمان کتاب مولوی اسمٰعیل صاحب شہید کی تصنیف ہے۔ اسمیں شرک و بدعت کا پورا رد لکھا ہے۔ اس زمانہ میں شرک و بدعت کا عام رواج تھا۔ قبر پرستی کثرت سے تھی اس کتاب کے مطالعہ نے مجھ کو شرک و بدعت اور قبر پرستی سے نجات دی۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کی مسجد جمعہ کی نماز ادا کرنے جایا کرتا تھا۔ مولوی صاحب توحید کے مسائل بیان کرتے تو دل خوش ہوتا۔ قرآن شریف اور حدیث شریف سنایا کرتے اور اس زمانہ میں مولوی صاحب کو شمس الہند کا لقب ملا ہوا تھا۔ میرا ان پر بہت اعتقاد ہوگیا۔ مولوی صاحب کی آمدورفت قادیان میں حضرت میرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ہوئی۔ اور آپ کی مولوی صاحب تعریف بھی بیحد کرتے کہ ایسا شخص پہلے بھی گذرا۔ خاکسار سنتا اور ایک مرتبہ شیخ رحیم بخش صاحب مولوی صاحب کے والد قادیان سے ہو کر گئے۔ مسجد میں لیٹے ہوئے تھے۔ یہ عاجز بھی جمعہ پڑھنے گیا۔ شیخ صاحب سے حضرت مرزا صاحب کا حال پوچھا۔ لیٹے لیٹے سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا کہ میرزا صاحب کا کیا حال پوچھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ نور سے بھر دیا ہے۔ اور لوگ بھی آپ کی تعریف کیا کرتے تھے۔ عاجز کے دل میں آپ کی خدمت میں جانیکا شوق ہوا۔ جب حضور کے پاس پہنچا تو حضور کے اخلاق و عادات رحیمانہ اور سادگی طبیعت کو دیکھ کر بار بار آنیکا شوق ہوا۔ ایک مرتبہ آیا تو حضور نے فرمایا کہ رحیم بخش مولوی نورالدین صاحب آئے تھے بڑے حکیم ہیں جموں میں رہتے ہیں۔ کہتے تھے پھر آؤنگا۔ اور ایک مرتبہ مولوی عبداللہ صاحب استاد مولوی محمد حسین صاحب تلونڈی ڈڑیال سے جو پاس ہے پیادہ آئے۔ تین روز رہ کر چلے گئے۔ یہ عاجز ان کے بعد آپ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا کہ رحیم بخش مولوی عبداللہ آئے تھے۔ تین روز رہے۔ وہ کہتے تھے کہ اتنی نعمت آپ کو کہاں سے مل گئی ہے۔ میں ۴۲ سال سے عبادت کرتا ہوں میرے نصیب نہیں ہوئی۔ میں نے ان کو کہا تھا کہ اللہ کا فضل ہے۔ جس کو چاہے ہو وے۔ آپ کو اس وقت الہامات کا سلسلہ کثرت سے جاری تھا۔ میری عادت کہ آپ کے پاؤں دباتا رہتا ایک مرتبہ فرمایا حضرت ابوسعید پیران پیر یعنی عبدالقادر کے چلتے چلتے قصاب کی دوکان پر کھڑے ہوگئے۔ قصاب نے کہا کہ کیا کہتا ہے ... گوشت لے نے۔ انہوں نے فرمایا پیسہ نہیں ہے۔ قصاب نے کہا کہ تیری شکل گوشت کھانیوالی نظر آتی ہے۔ تبھی تم موٹے تازے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ کیڑوں کو گوشت کافی ہے۔ اور آپ یعنی حضرت ابوسعید دبلے پتلے تھے۔ پھر وہاں سے چلے گئے۔ حضور نے فرمایا کہ بزرگوں کی قدر زندگی میں لوگ ایسا ہی رکھا کرتے ہیں

ایک مرتبہ ایک عرب شامی آپ کے پاس آیا ایک حدیث بخاری شریف پیش کر کے پوچھا۔ کہ اس میں رسول صلعم نے فرمایا ہے کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کو شیطان مس کرتا ہے۔ مگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ یہ دونوں مس سے بچے رہے۔ حضور نے فرمایا کہ اگر اس حدیث کو صحیح مان لیا جاوے۔ تو معنی اس کے یہ ہیں کہ جو بچہ خصلت حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور اس کی ماں کی رکھتا ہے تو شیطان اس کو مس نہیں کرتا۔ اگر یہ معنی نہ لئے جاویں محض عیسیٰ اور اس کی ماں کے کئے جاویں تو یہ حدیث غلط ٹھہرتی ہے۔ اسواسطے کہ ہمارے رسول اکرم مس شیطان سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور انبیاء اور بزرگ مس شیطان سے محفوظ رہتے ہیں۔ اس سوال سے شامی کی غرض یہ تھی۔ کہ دونوں اعلےٰ مرتبہ پر ہیں اور یہی مس شیطان سے بچے ہیں۔

ایک مرتبہ خاکسار نے پوچھا کہ مرزا صاحب آپکو کسطرح الہامات ہوتے ہیں آپ کہتے ہیں میں ولی ہوں۔ ولی تو اپنے آپ کو ظاہر نہیں کیا کرتے۔ فرمایا کہ میں تو ظاہر کیا کرتا ہوں مجھ کو تو حکم ہے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضور ایک کمرے میں تشریف رکھتے اور خاکسار اس کمرہ کے دروازہ کے باہر ایک تخت پوش پر بیٹھا ہوا تھا۔ ساتھ وقت تھا حضور قرآن شریف کی تلاوت زیادہ سے کرتے رات کو جو عاجز کی آنکھ کھلی تو کیا سنتا ہے۔ حضور چلا چلا کر قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے ہیں جیسے کوئی عاشق اپنے محبوب سے ملاقات کے وقت عشق کا اظہار کرتا ہے۔ حضور کے عشق کی کیفیت عاجز کے بیان سے باہر ہے۔ اور اس زمانہ میں ایک ہندو جوتی ساکن بوٹر

آیا کرتا تھا۔ آپ اسلام کی خوبیاں ہر ایک کے پاس بیان کرتے تھے وہ سکھ مسلمان ہو گیا۔ اور ملاوامل اور شرمپت ہندو بھی آپ کے پاس آیا کرتے تھے ان کے پاس بھی اسلام کی خوبیاں اور برکات اسلام بھی بیان فرمایا کرتے
ایک مرتبہ ملاوامل ہندو اور میں حضور کے پاس دونوں تھے ملاوامل نے مجھ سے ختم اللہ علی قلوبہم کی آیت پڑھی پھر وہ چلا گیا۔ میرے دل میں اس کے لئے کا شوق پیدا ہوا۔ کہ یہ تو اسلام کے قریب ہے۔ ظاہر کیوں نہیں ہوتا۔ اسکی دکان پر پہنچا وہ خط لکھ رہا تھا۔ اسمیں لعنت اللہ لکھا میں نے کہا لعنت کرنی اسلام میں جائز نہیں۔ اس نے اسپر قلم پھیر دی۔ اس کے بعد اسنے اپنا واقعہ بیان کیا۔ کہ میں تپ دق سے قریب المرگ ہو گیا تھا۔ لوگ حکیم اور ڈاکٹر سب کی رائے تھی کہ صبح یا شام کا مہمان ہے۔ یعنی مر جائیگا۔ میں مرزا صاحب کے پاس گیا۔ اور بہت رویا کہ میں نے زندگی کا کچھ نہ دیکھا۔ آپ ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔ فرمایا ملاوامل تو اچھا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ملاوا اچھا ہو گیا ہے۔ اس کے بعد میں نے کوئی دوائی نہیں کھائی۔ تپ جاتا رہا۔

ایک مرتبہ عاجز اور شرمپت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد اقصیٰ میں تھے۔ آپ ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔ ساتھ ساتھ ہم بھی پھر رہے تھے۔ شرمپت کو حضور نے مخاطب کر کے فرمایا کہ شرمپت مجھ کو الہام ہوا ہے۔ کہ ملاوا یہودا اسکریوطی ہے۔ اور یہودا اسکریوطی وہ تھا جسنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑوا دیا تھا۔ یہ ہمارا دوست ہے۔ اس کو نہ بتانا۔ شاید یہ الفاظ کہکر رنجیدہ ہو گیا۔ لیکن یہ فرمایا کہ تاریخ اور الہام لکھ رکھو۔ اسکے ایک مدت کے بعد ملاوا آپکا سخت مخالف ہو گیا تھا۔ اس زمانہ میں عیسائیت کا بڑا زور تھا۔ اور سینکڑوں بچے مسلمانوں کے عیسائیت کا شکار ہو گئے۔ ایک خط ملکہ کو رجسٹری کرا کر بھیجا کہ دنیا میں سچا مذہب اسلام ہی ہے۔ اور اسطرح وائسرائے کلکتہ کو اور لاہور میں جو بڑا انگریز تھا اور راجہ فرید کوٹ وغیرہ کو رجسٹری کرا کر ان سب کے پاس بھیجے کہ دنیا میں اسوقت سوائے اسلام کے کوئی مذہب نہیں ہے۔ ان لوگوں کی طرف سے جواب بھی آگئے تھے۔

اور ایک مرتبہ آپ نے جاپان کا اعلان سنا کہ وہ چاہتا ہے کہ دنیا میں جتنے مذاہب ہیں ہر مذہب کے لائق لائق آدمی بلا کر جمع کیا جائے۔ اپنے اپنے مذہب کی سچائیاں بیان کریں۔ بعد تحقیقات ایک مذہب کا تمام سلطنتوں میں جو سچا ہو رواج دیا جائے حضور نے فرمایا کہ اگر جاپان ایسا کرے تو ہم بھی وہاں پہونچکر اسلام کی سچائی بیان کریں پھر اس کی روس کیساتھ جنگ شروع ہو گئی۔ یہ اسکا ارادہ رہ گیا اور حضور منہ گئے۔ غرباء اور مسکینوں پر ایسے مہربان تھے کہ یہ عاجز بیان نہیں کر سکتا۔

ایک مرتبہ ایک فقیر لنگڑا آیا وہ نمازی تھا۔ اس کے واسطے کھانا اور پانی لائے۔ اچھی طرح کھانا کھلا کر فرمایا کہ نمازی آپ نے وضو کرنا ہے۔ میں آپ کے واسطے پانی گرم کر کے لا دوں۔ اور تہجد کیواسطے بھی گرم پانی لادوں گا۔ اور آپ کے پاس اسوقت چند مسافر لائے۔ کھانیوالے رہتے تھے۔ لنگر اسوقت بھی جاری تھا۔ مگر تھوڑا تھا۔

ایک مرتبہ ایک بیماو یہ آیا۔ بہت بیمار۔ اس کا پیٹ پھولا ہوا تھا۔ اس کا نام ہیرا تھا۔ اس کا علاج کیا۔ بڑی شفقت سے رکھا۔ تندرست ہو گیا۔ پھر تمام زندگی آپ کے پاس رہا۔ اور آپ کی مہربانیوں کیوجہ سے آپ پر قربان تھا۔ یہاں تک کہ اسی جگہ فوت ہو گیا

اور ایک شخص موٹا چل نہیں سکتا تھا۔ ایک مدت رہا۔ وہ حضور کو کہتا تھا کہ میری ٹانگیں نہیں ہیں۔ آپ سواری کی کوئی گھوڑی لے دیں۔ تب جاؤنگا۔ اسوقت مال کی کمزوری تھی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کہیں سے روپیہ بھیجدیگا۔ گھوڑی لے دونگا۔ تم ٹھہرے رہو۔ ایک مخلص تھم رہا اس کو گھوڑی لے دی۔ اس کا نام کوڈا تھا۔ پھر وہ چلا گیا۔ حضور کا دنیاوی مال روپے پیسے کیطرف کبھی خیال نہ تھا۔

ایک مرتبہ حافظ حامد علی صاحب مرحوم نے کہا۔ کہ مرزا جی آٹا نہیں ہے لانا ہے۔ فرمایا کتنا روپیہ لادوں۔ حافظ صاحب نے کہا ایک سو روپیہ لے آئیں۔ آپ گھر سے بغیر گنتی دونوں ہاتھوں میں روپے اٹھا لائے۔ اور فرمایا ایک سو روپیہ ہی ہوں گے۔ جب حافظ صاحب نے روپے گنے تو ایک سو بیس ہو گئے۔ اس نے کہا کہ مرزا جی یہ روپے زیادہ ہیں۔ فرمایا اچھا میں نے سمجھا تھا کہ ایک سو ہوں گے۔ حافظ صاحب نے باقی روپے واپس کر دیئے۔ پہلے غریب عورتیں لنگر کا آٹا پیسا کرتی تھیں۔ کسی نے شکایت کی کہ عورتیں آٹا چرا لیتی ہیں۔ بہتر ہے کہ خراس بنالیا جاوے۔ فرمایا یہ بیچاری کہاں سے کھاویں۔ ان کا گزارہ اسیطرح ہو رہا ہے۔

ایک مرتبہ کسی نے شکایت کی کہ لنگر سے نانبائی روٹیاں چرا کر بیچتا ہے۔ فرمایا وہ تو ہی دوزخ پر بیٹھا ہوا ہے۔ اگر روٹیاں لے جاتا ہے تو لیجا نیدو۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ آدمی جب اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی غائب سے مدد کرتا ہے لوگ اس کی خود بخود خدمت کرتے ہیں۔ فرمایا بندہ کو چاہیئے کہ ہر وقت اس سے دعائیں کرتا رہا۔ بیٹھا۔ کھڑا لیٹا ہوا وہ سنتا ہے۔ اور قبول کرتا ہے۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ کسی بزرگ کے پاس جاؤ۔ تو کچھ تحفہ لے کر جاؤ۔ خوش ہو کر دعا کرتے ہیں۔ اور ہو جاتی ہے۔ آپ کا بزرگان گذشتہ کے حق میں ایسا خیال تھا کہ اگر کوئی شخص کسی بزرگ کے کسی لفظ پر بغیر سمجھے طعن کرتا تو آپ اسی لفظ کے صحیح معنی کر کے اس سے طعن اٹھا دیتے۔

ایک مرتبہ یہ عاجز کسی سے یہ شعر سنکر آیا ؎

راہ حق ہرگز نیابی تا نگیری چار ترک
ترک دنیا ترک عقبیٰ ترک مولیٰ ترک ترک

عاجز نے کہا کہ مرزا جی یہ کسی نے اسمیں کفر کہا ہے۔ فرمایا اس میں کوئی کفر نہیں۔ ترک دنیا تو تم سمجھتے ہی ہو۔ ترک عقبیٰ پر تمہارا کچھ خیال ہو گا۔ کہ عاقبت سے لاپرواہ ہو تو اس کے پاس کیا رہا۔ مولیٰ کو ترک کیا تو بالکل گیا۔ فرمایا طَالِبُ الدُّنْيَا مُخَنَّثٌ وَطَالِبُ الْعُقْبٰى مُؤَنَّثٌ وَطَالِبُ الْمَوْلٰى مُذَكَّرٌ

پھر فرمایا مولیٰ کو ترک کرنیکے یہ معنی ہیں۔ کہ عشق بندہ کا اس طرح کا ہو۔ اور ارادہ ایسا ہو۔ کہ معشوق کو ملوں یہ خیال اس کے دل میں ہو کہ ملوں جب معشوق نہ ملیگا۔ تو اس کا عشق سست ہو جائیگا۔ رفتہ رفتہ جاتا رہیگا۔ فرمایا عشق ایسا ہونا چاہئے کہ معشوق ملے یا نہ ملے میں اسی راہ میں جان دیدونگا۔ فرمایا کمال عشق والے جان کی پرواہ نہیں کیا کرتے۔ خوش ہو کر جان دیدیتے ہیں۔ ایک شخص کسی عورت پر عاشق تھا۔ وہ نہ ملی۔ خودکشی کر کے مر گیا۔ میں اس کو برا نہیں کہتا۔ ایک مرتبہ

ایک دفعہ ذکر ہوا کہ مولوی غلام رسول میاں سنگھ کے قلعی والے نے سیسی کا قصہ بنایا پھر توبہ کی کہ بدولت کا حصہ لیا گیا۔ فرمایا کیوں توبہ کی کچا عشق تھا۔ بعض مولوی آکر اعتراض کرتے کہ وحی سوائے نبیوں کے نہیں ہوتی آپ کہتے ہیں کہ مجھ کو وحی ہوتی ہے۔ اسوقت آپ یہ جواب دیا کرتے۔ اوحینا الی ام موسیٰ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی والدہ کو وحی کی ہے۔ کیا وہ نبیہ تھی۔

ایک مرتبہ عاجز نے عرض کی کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں ولی ہوں ولی تو بڑے بڑے مجاہدے کرتے ہیں تب ولی ہوتے ہیں۔ فرمایا ولی دو طرح ہوتے ہیں ایک تو بہت مجاہدے کر کے ولی ہوتے ہیں۔ جیسے حضرت باوا فرید علیہ الرحمۃ اور دوسرے محدث ہوتے ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ بغیر مجاہدہ ہمکلام ہوتا ہے۔ اور بڑے بڑے فیضان ان پر نازل فرماتا ہے۔ جیسے حضرت مجدد الف ثانی صاحب اور ابو الحسن خرقانی اور محمد اکرم ملتانی۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر بھی کثرت سے کلام نازل فرماتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی کی آپ بہت تعریف کیا کرتے کہ یہ اپنے مرشد خواجہ باقی باللہ سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں اور فرمایا کرتے کہ محی الدین ابن عربی کا کشف میں بہت آگے قدم بڑھا ہوا تھا۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ ایک بزرگ کے دل میں آیا کہ میلہ دیکھوں۔ گھر سے چلے تو کشف ہوا کہ وہاں ایک سادھو بیٹھا ہوا ہے۔ اور ادھر سادھو کو کشف ہوا کہ ایک بزرگ چلا آرہا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کا حال کشف سے دیکھتے۔ آخر یہ بزرگ جب قریب پہونچے تو سادھو نے اپنے چیلوں کو کہا کہ جلدی سے تہبند باندھو۔ چیلے حیران ہو گئے۔ کہ مسلمانوں کی طرح ہمکو تہبند بندھواتا ہے۔ سادھو نے کہا۔ کہ مجھ کو ایک مسلمان بزرگ کا ادب مجبور کر رہا ہے۔ آخر چیلوں نے تہبند باندھے۔ جب یہ بزرگ سادھو کے پاس پہنچے اس نے کہا کہ آپ مجھ سے زیادہ نہیں ہیں۔ جیسا آپ کو کشف ہوتا ہے ویسا مجھ کو بھی ہوتا ہے پھر اس بزرگ نے اپنی چھوٹی انگلی سے قدرے خون نکال کر سادھو کو کہا کہ خوشبو لو جب اس نے خوشبو لی تو بولا خوشبو آتی ہے۔ پھر بزرگ نے فرمایا اپنی چھوٹی انگلی سے بھی خون نکال کر سونگھو جب خون سونگھا تو بدبو معلوم ہوئی بزرگ نے فرمایا میرے اور تیرے درمیان اتنا ہی فرق ہے۔ تم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانا۔ اسواسطے یہ بدبو آپ میں ہے۔ پھر وہ مسلمان ہو گیا اور اسکا وہی مرتبہ ولایت کا رہا۔

اس زمانہ میں مولوی لوگ جس کا تہبند ٹخنوں پر گرپڑتا ہو۔ تو جھٹ کہدیتے۔ کہ اسکے ٹخنے دوزخ کی آگ میں جلا دیئے جاویں گے۔ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تہبند اکثر ٹخنوں پر رہتا تھا۔ آپ کی کوکھ ڈھلکتی یعنی آپ کا پیٹ بڑھا ہوا تھا۔ اس سبب سے تہبند نیچے کھسک کر اتر جاتا اور ٹخنوں پر آجاتا۔ کیا آپ کو یہی حکم فتویٰ جائز ہو سکتا ہے۔ اگر کسی کی ذرا مونچھیں بڑی ہوتی ہیں تو جھٹ فتویٰ کفر کا لگا دیتے ہیں۔ نہیں سمجھتے کہ مونچھوں کا کٹوانا تو سنت ہے کفر کیا لازم آئیگا۔

ایک مرتبہ مولوی محمد دین گڑھ شنکر سے آیا پرانی چال کا فقیر تھا۔ جب حضور کے پاس ایک دو روز رہا۔ اور حضور کی عادت معمولی اور بے تکلفی کو دیکھ کر کہا یہ تو ہر ایک سے یونہی باتیں کرتے ہیں۔ یہ درویش نہیں ہیں۔ میں نے سمجھا تھا کہ درویش ہو گا جو اعتقاد ہو کر چلا گیا۔

ایک مرتبہ مولوی محمد حسین بٹالوی کا رشتہ دار آپ کی تعریف سُن کر آپ کے پاس آیا کہ مرزا صاحب بزرگ ہیں۔ اُن کی بیعت کرتا ہوں۔ جب آپ کے پاس آیا۔ تو آپ کو دیکھا چونکہ آپ کی طبیعت نبیوں کی طرح تھی۔ ہر ایک سے غریب ہو امیر ہو بے علم ہو یا عالم ہو۔ کھلم کھلی باتیں کرتے"۔ نبیوں کی سی آپ کے منہ سے باتیں نکلتی تھیں۔ اور لوگوں کا رواج تھا کہ لوگ بزرگ اس کو سمجھتے تھے جو شخص اُن کو ملنے جاتا علیحدہ لیکر بیٹھ جاتے۔ اکثر گوشہ نشینی رکھتے۔ اور آپ یہ بات نہ کرتے تھے۔ اس سبب آپ کی اس حالت کو دیکھکر لغزش کھائی۔ اور چلا گیا۔

ایک مرتبہ یہ عاجز کوٹھے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور آپ اِدھر اُدھر ٹہل رہے تھے۔ مرزا سلطان احمد مرحوم کا خط آیا آپ دعا کریں میں پاس ہو جاؤں۔ پہلے خط کو پھینکدیا پھر آپ کو وحی ہوئی۔ کہ پاس ہو گیا۔ فرمایا لکھدیتے اور فرمایا دنیا کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ ہمیں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے پاس ہو گیا!

اور ایک بات عاجز نے یہ سنی تھی کہ آپ کے پاس ایک عامل آکر رہا جب اُس نے آپ کا خرچ دیکھا کہا کہ مرزا صاحب آپ کو ایک صورت کامل بتلاتا ہوں آپ کا خرچ بہت ہے آمد کی صورت نظر نہیں آتی ہے ایک دو روز اس کی باتیں سنتے رہے۔ اور وہ کہتا تھا آپ کو پانچ سو روپیہ ملا کریں گے۔ ایک روز اُس کو فرمایا۔ کہ یہ روپیہ آپ کو کس جگہ سے ملتا ہے۔ وہ بولا ملائکہ یا جن لا دیتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ کسی کا مال اٹھا لاتے ہوں گے۔ یہ تو حرام ہے اور شرک ہے۔ بڑے جوش سے فرمایا کہ اس سے توبہ کرو۔ اور فرمایا تم اللہ تعالےٰ کی کلام کا دنیا میں مول لینا چاہتے ہو۔ پھر وہ مرزا سلطان احمد صاحب کے پاس جا رہا تھا۔

یہ عاجز حضور کے پاس ہی بہادر حسین سے جو کہ قادیان سے قریباً نو میل کے فاصلہ پر ہے۔ بڑے شوق سے باتیں سنکر چلا جاتا تھا ایک مرتبہ آکر عرض کی کہ حضرت میرا جی چاہتا ہے۔ کہ علم پڑھوں۔ فرمایا ترجمہ قرآن شریف اور مشکوٰۃ شریف پڑھ لینا زیادہ علم آدمی کو متکبر بنا دیتا ہے۔ پھر یہ عاجز موضع ماڑی بوچیاں جو کہ بیاس کے کنارے سے ایک مولوی صاحب نظام الدین مرحوم کے پاس گیا۔ اور اُن سے کہا کہ آپ مجھ کو قرآن شریف اور مشکوٰۃ شریف ترجمہ کے ساتھ کتنی مدت میں ختم کرا دیں گے۔ انہوں نے دو سال کا وعدہ کیا۔ کہ ختم کرا دوں گا۔ دو چار روز رہا۔ انہوں نے کہا کہ کچھ صرف و نحو پڑھ لو۔ تب عربی سمجھ آتی ہے۔ عاجز نے صرف و نحو شروع کر دی۔ کچھ پڑھی۔ مولوی صاحب بیمار تھے۔ ایک روز کہنے لگے کہ رحیم بخش مرزا صاحب کے پاس چلیں کوئی دوائی اُن سے لا دیں۔ ان کے والد صاحب بڑے حکیم تھے۔ مولوی صاحب حضور کے پاس آئے دو تین روز رہے۔ ان کا حال دیکھا دوائی لیکر واپس ماڑی بوچیاں کو گئے۔ اور یہ عاجز ان کے ساتھ تھا۔ جب ماڑی بوچیاں گئے۔ کہنے لگے۔ کہ رحیم بخش مرزا صاحب کا سینہ اللہ تعالےٰ نے کھولا ہوا ہے۔ ہمارا علم تو ان کے سامنے کچھ چیز نہیں ہے۔ حالانکہ انہوں نے زیادہ پڑھا بھی نہیں ہم لوگوں نے انتہا تک کتابیں پڑھی ہیں۔ جسقدر مولوی محمد حسین کو علم ہے۔۔ میں نے پڑھا ہوا ہے لیکن مرزا صاحب نے تو اس قدر تعلیم نہیں پائی۔ ان کو علمی علم ہے۔ مولوی صاحب بھی سال ایک یا دو یا زیادہ زندہ رہے آپ کے عاشق رہے اور تعریف کرتے رہے۔ جب آپ نے فوت ہونا تھا۔ صبح سویرے اُن کی ہمشیرہ نے کہا۔ کہ شربت لاؤں کہنے لگے آج نہیں پیتے اس نے کہا کوئی پیغام آگیا تو لے آ۔ گیارہ بجے تک بولوں گا پھر چپ ہو جاؤنگا۔ لوگوں کو کہدو تمام نے کہا کہ فلاں فلاں شخص کو بلا بھیجو۔ ملاقات کریں۔ آج بعد از نماز عصر رخصت ہو جاؤنگا۔ لوگ آئے السلام وعلیکم کہکر وداع ہو کر چلے گئے۔ ایک شخص آیا پوچھا آپ پر کیا وقت ہے بولے جس وقت سے میں ڈرتا تھا وہ وقت ہے۔ اس کے بعد فوت ہو گئے۔ اس کے بعد یہ عاجز ایک سال اِدھر اُدھر پھرتا رہا۔ سبق خاطر خواہ نہ ہوتا تھا۔ حسن ابدال پہنچا۔ تلی نار بھی میں ایک مولوی غلام نبی تھے۔ اُن کے پاس ایک مہینہ رہ کر راولپنڈی پہنچا۔ وہاں ایک مہینہ رہا۔ حضرت صاحب کے یہ لوگ مخالف تھے۔ پھر راولپنڈی سے سید ہامپہار جہلم سے ہوتا ہوا کانپور پہنچا۔ وہاں تعلیم اچھی ہوتی تھی۔ شرح وقایہ قطبی۔ مشکوٰۃ شریف پڑھی۔ حکیم عبد الحمید خان کا دہلی سے ایک اشتہار پہنچا۔ کہ مدرسہ طبیہ کھولنے لگے ہیں طالب علم آجاویں۔ اور اس جگہ مولوی صاحب فضل الرحمٰن مراد آبادی کو خواب میں دیکھا تھا۔ لوگ آپ کی تعریف کیا کرتے کہ آپ بڑے نمازی ہیں۔ لیکن کسی کو اپنے پاس آنے نہیں دیتے گالیاں دیتے اور نکالدیتے۔

عاجز اُن کے پاس گیا۔ اجازت مانگی کہ آپ کے پاس آؤں۔ بولے مسجد میں بیٹھو۔ تھوڑی دیر بیٹھا رہا۔ پھر اجازت مانگی۔ غرض تیسری مرتبہ اجازت دیدی۔ کہ آجاؤ۔ عاجز ان کے حجرے میں پاس ہو کر بیٹھ ہو گیا۔ فرمایا کیوں آئے عاجز نے کہا کہ آپ کو خواب میں دیکھا تھا۔ ملنے آیا ہوں فرمایا ہم بھی شاہ صاحب عبد العزیز کو کئی مرتبہ دیکھا کرتے ہیں۔ عاجز نے کہا کہ میں نے سنا ہے کسیکو ٹھہرنے نہیں دیتے۔ کیا وجہ ہے۔ فرمایا میں کیا کروں۔ جو آتا ہے دنیا کا کتا آتا ہے۔ کوئی کہتا ہے نوکر ہو جاؤں۔ کوئی کہتا ہے بیٹا ہو۔ دین کیواسطے نہیں آتے۔ اس لئے میں نکال دیتا ہوں۔ پھر یہ عاجز کانپور واپس چلا آیا۔ کانپور میں جب آیا تو ایک مرتبہ ایک مست سے خواب میں ملا اور خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسی شان میں دیکھکر آج تک میری آنکھوں کے سامنے وہ نقشہ موجود ہے۔

آپ کے سر پر سنہری تاج ہے۔ جس سے سورج کی طرح کرنیں نکلتی ہیں۔ سورج کی طرح آپ کا چہرہ چمک رہا تھا۔ عاجز ان کے پاس گیا سلام کیا۔ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ میں آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ اور پوچھا کہ مرزا صاحب میں نے سنا ہے کہ رسول کریم صلعم آپ کے پاس آئے ہوئے ہیں۔ فرمایا ہاں ہمارے پاس ہیں۔ اوپر کیطرف چھت کی اشارہ کیا۔ فرمایا مل لینا۔ بس عاجز کو جاگ آگئی کانپور سے دہلی آگیا۔ کچھ عرصہ رہکر حکیم عبد الحمید خانصاحب سے قانون شیخ پڑھی۔ کلیات اور حمیات اور شرح اسباب نفیسی وغیرہ ان کے مجھلے بھائی واصل خاں سے پڑھیں اور اس جگہ ایک اشتہار مولوی محمد حسین کا دیکھا جس میں لکھا تھا کہ پنجاب میں ایک دجال نکلا ہے ہم نے اس کو خوب ذلیل کیا ہے پھر وہ خود دہلی میں آیا اور شاہی مسجد میں بڑے بڑے الفاظ حضرت صاحب کا نام لے لے کے کہتا تھا۔ غرض جو کچھ آپکے منہ میں آیا کہا۔ پھر چلا گیا۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود دہلی تشریف لائے اور مولویوں کو مخاطب کر کے کہا کہ میرا مذہب اہل سنت والجماعت ہے۔ مگر میں ایک مسئلہ میں مخالف ہوں وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ میں نے محض اپنے الہام پر ہی یہی اعتقاد نہیں رکھا بلکہ قرآن شریف کی تیس آیتوں سے اُن کا فوت ہونا ثابت ہو جانا مجھ کو ثابت ہو گیا ہے اگر مولوی صاحبان کسی قوی دلیل قرآن شریف اور حدیث شریف صحیح سے ثابت کر دیں۔ تو میں اپنا اعتقاد بدل لونگا۔ اور فرمایا کہ میری تین شرطیں ہیں۔ ایک یہ مسئلہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حیات میں گفتگو ہو۔ دوسری یہ کہ تحریری گفتگو ہو۔ تیسری یہ کہ حکام کی حفاظت کا ضرور انتظام ہو۔ مولوی نظیر حسین۔ مولوی عبد المجید نے محمد حسین بٹالوی کو بلایا کہ جلدی آؤ۔ مولوی محمد حسین نے دہلی والوں کو خوب بھڑکایا۔ اور جوش دلایا کہ اگر امن پسند گورنمنٹ کا راج نہ ہوتا تو دہلی والے دست اندازی سے فرق نہ کرتے۔ آپ نے جو شرائط فرمائے تھے ایک بھی نہ مانا۔ اسوقت آپ کے ساتھ مولوی عبد الکریم مرحوم اور غلام قادر فصیح حامد علی وغیرہ تھے۔ مولوی محمد حسین نے ایک روز ایسی چالبازی کی کہ شہر والوں کو بھڑکایا اور جامع مسجد شاہی میں جاکر شور مچایا کہ اسکو کوئی میرے سامنے لاوے۔ حضور نے فرمایا کہ چلو ہم بھی ان کے مقابلہ پر چلتے ہیں۔ فصیح صاحب مرحوم کو فرمایا کہ آپ جائیں اور حفاظت کیواسطے پولیس کے سپاہی لے آویں۔ وہ پولیس کو لے آئے۔ آپ مع احباب شاہی مسجد میں جا بیٹھے اور وہاں اتنی کثرت سے لوگ تماش بین آگئے تھے کہ مسجد پُر ہو گئی تھی۔ لوگ مولویوں کے کہنے سننے سے جوشیلہ ہو ہی چکے تھے۔ پھر تالیاں بجاتے اور دست درازی پر تیار تھے اگر حفاظت کیواسطے پولیس نہ ہوتی تو ضرور نقصان ہوتا۔

مجھے سید ولد آدم کا واقعہ یاد آتا ہے کہ آپ طائف تشریف لے گئے اور طائف والوں نے آپ سے جو معاملہ کیا تھا؟ آپ کو حرص تھی کہ یہ لوگ میری باتیں سنیں مگر اُن بے نصیبوں نے اینٹیں روڑے مارے اور آپ کو خون آلودہ کر دیا۔ اور اس جگہ حضور نے پولیس کا انتظام پہلے سے کر لیا تھا اسواسطے محفوظ رہے۔ بعد ازاں مولوی بشیر بوتالوی سے گفتگو ہوئی۔ وہ مشہور شخص ہیں۔ بعد گفتگو آپ پنجاب میں تشریف لائے۔ یہ عاجز حکیم واصل خاں کے پاس اپنی جماعت میں سبق پڑھنے گیا۔ حکیم جی عاجز کو مخاطب کر کے کہا کہ تم بھی اُس کے پاس رہتے تھے۔ بطور طعن کہا۔ پھر یہ عاجز لکھنؤ چلا گیا۔ اور وہاں ایک بزرگ سفید ریش مولوی محمد یحییٰ کے پاس حضور کی تعریف کی۔ انہوں نے کہا کہ وہ سچے ہیں اللہ والوں کیساتھ دنیا ایسا ہی کیا کرتی ہے۔

وہاں سال بھر رہ کر سند طب لیکر اپنے گاؤں بہادر حسین آگیا۔

ایک احمدی بھائی کی وفات پر اظہار افسوس

سیلن ۷ جون۔ برادرم عبد القادر صاحب کٹی مالاباری کی وفات کی اطلاع پہنچنے پر انجمن احمدیہ پر گوڈی نے زیر صدارت ڈاکٹر گوہر دین صاحب ایک خاص جلسہ کیا۔ جس میں حسب ذیل تعزیت کی قرار داد پاس کی گئی۔

یہ انجمن اپنے احمدی بھائی عبد القادر صاحب کٹی کی وفات پر رنج اور افسوس اظہار کرتی ہوئی ان کے خاندان سے دلی ہمدردی رکھتی ہے۔ اور مرحوم کی دینی خدمات کا اعتراف کرتی ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیا کریں

ڈسکہ کے احمدیوں پر احرار کے قاتلانہ حملہ کے خلاف

نیشنل لیگ قادیان کا احتجاجی جلسہ

احرار کی درندگی، حکومت کی غفلت اور مجروحین کی ہمدردی کی قراردادیں

قادیان ۸ رجون - آج بعد نماز عشاء ساڑھے نو بجے مسجد ریتی چھلہ کے متصلہ میدان میں نیشنل لیگ قادیان کا ایک پبلک جلسہ زیر صدارت شیخ محمود احمد صاحب عرفانی صدر نیشنل لیگ منعقد ہوا۔ جس میں مولانا عبدالرحیم صاحب نیر۔ اور شیخ محمود احمد صاحب عرفانی اور شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر نے پرجوش تقریریں کیں۔ اور حسب ذیل قراردادیں متفقہ طور پر پاس کی گئیں۔

شیخ رحمت اللہ صاحب نے حسب ذیل قرارداد پیش کی۔

(۱) نیشنل لیگ قادیان کا یہ جلسہ ڈسکہ کے احرار کے اس قاتلانہ حملہ کی پرزور مذمت کرتا ہے۔ جو انہوں نے چوہدری شکر اللہ خاں صاحب رئیس ڈسکہ اور دوسرے احمدی بھائیوں پر کیا۔ اور حکومت کو توجہ دلاتا ہے۔ کہ وہ نہ صرف حملہ آوروں کو گرفتار کر کے کیفر کردار کو پہنچائے۔ بلکہ ان فتنہ پرداز ملانوں کے خلاف بھی ضروری کارروائی کرے۔ جو اشتعال انگیزی کے ذریعہ اس حملہ کا اصل باعث ہیں۔ اور جن کی اشتعال انگیزیوں کے متعلق متعدد بار حکومت کو توجہ دلائی جا چکی ہے۔

چوہدری ظہور احمد صاحب نے حسب ذیل قرارداد پیش کی۔

(۲) نیشنل لیگ قادیان کا یہ اجلاس ڈسکہ کے محترم بھائیوں سے ان کی تکلیف کے متعلق دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہوا ان کو یقین دلاتا ہے کہ ان پر پڑنے والی ہر چوٹ کو ہم اپنے قلب و جگر پر محسوس کرتے ہیں۔ اور انہیں جس رنگ میں ہماری امداد اور خدمت کی ضرورت ہو اس کے لئے ہم مستعد اور تیار ہیں۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور مولوی فاضل نے حسب ذیل قرارداد پیش کی۔

(۳) نیشنل لیگ کا یہ اجلاس عام ڈسکہ کے زخم رسیدہ اور مظلوم بھائیوں کو اس امر پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں انہیں اپنا خون پیش کرنے کا موقعہ نصیب ہوا۔

مولوی غلام احمد صاحب نے حسب ذیل قرارداد پیش کی

(۴) ان قراردادوں کی نقول حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ - صدر صاحب آل انڈیا نیشنل لیگ - ذمہ وار حکام اور پریس کو نیز قرارداد ۲ و ۳ کی نقول جماعت احمدیہ ڈسکہ کو بھجوائی جائیں۔ تمام قراردادیں باتفاق آراء پاس ہوئیں اور جلسہ رات کے ۱۱ بجے ختم ہوا۔

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم سے شائع ہوا!